الحمد للہ

کہ رسالہ وافیہ عجالۂ شافیہ

مسمّٰی بہ

رحمتِ خدا

بوسیلۂ اولیاء

مصنّفہ

حضرت مولانا الحاج مفتی احمد یار خانصاحب

نعیمی دامت برکاتہم

ناشر:

حافظ محمد ازہر نعیمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ کَانَ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ قَائِدِ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ وَسِیْلَتِنَا فِی الدَّارَیْنِ اِلٰی اللّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الطَّاہِرِیْنَ ۔

جس پُرآشوب زمانہ سے ہم گزر رہے ہیں یہ مسلمانوں کے لئے نہایت ہی فتنوں اور آفتوں کا زمانہ ہے۔ آج بہت خوش نصیب وہ شخص ہے جس کا ایمان موجودہ ہواؤں سے بچ جائے بدمذہبی اور بے دینی کی ایسی تیز آندھیاں چل رہی ہیں جس سے سادہ لوح مسلمانوں کا ایمان خطرے میں ہے اگرچہ اسلام میں نئے نئے فرقے پہلے بھی پیدا ہوتے رہے لیکن جو بیماری آج ہے وہ اس سے پہلے کے مسلمانوں میں سُننے ہی میں نہ آئی تھی۔ آج ہر جاہل قرآن شریف کا مفسر بن گیا اور ہر بیہودہ آدمی بندگانِ دین اور ائمہ مجتہدین پر بکواس بک رہا ہے۔

اسلام کے ایسے مسلمہ مسائل جن کے متعلق کبھی گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ کوئی کلمہ پڑھنے والا ان کا انکار بھی کرے گا۔ آج اُن کے منکر پیدا ہو گئے۔ انہی مسائل میں سے اللہ کے پیارے بندوں کا وسیلہ ہے۔ ہر زمانہ میں ہر شخص وسیلہ کا قائل رہا مگر آج وسیلہ کے منکر پیدا ہوئے جو دنیاوی مصیبتوں میں حاکموں، حکیموں کے پاس بھاگے پھریں مگر انبیاء کرام اولیاء اللہ کے وسیلہ پکڑنے والوں کو مشرک و مرتد کہنے میں خوف نہیں کرتے خدا تعالٰے کا غضب جس شخص یا جس قوم پر ہوتا ہے اُسے اللہ تعالٰے وسیلوں سے محروم کر دیتا ہے۔ اور جن پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے۔ انہیں اُس کے پیاروں کا وسیلہ نصیب ہوتا ہے۔ خوش نصیب بندہ اپنے گناہوں پر روتا ہے اور بزرگوں کے وسیلہ سے گناہوں کے میل دل سے دھوتا ہے۔ بدنصیب انسان پاک بندوں میں عیب نکالتا ہے اور اُن سے دور رہ کر رب کی رحمت سے محروم ہوتا ہے۔ تمام فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو قربِ الٰہی کا وسیلہ جان کر اُن کے سامنے سر جھکا دیا وہ مقبول بارگاہ رہے۔ شیطان نے بے وسیلہ والی لاکھوں عبادتیں کیں۔ مگر آدم علیہ السلام کو وسیلہ نہ بنایا مردود بارگاہ ہوا۔ مولانا فرماتے ہیں۔

چوں خدا خواہد کہ راز کس درد ۔۔۔ میلش اندر طعنۂ پاکاں نہد

چوں خدا خواہد کہ ما یاری کند ۔۔۔ میل مارا جانب زاری کند

اللہ کے پیاروں کا وسیلہ ایک ایسا وسیلہ ہے جس کے قائل کفار بھی ہیں۔ جانور اور بیجان لکڑیاں بھی مقبولان بارگاہ کا وسیلہ پکڑتے رہے ہیں۔ قرآن کریم فرمارہا ہے کہ فرعون اور اُس کی قوم پر غرق ہونے سے پہلے خون، جوں اور مینڈک وغیرہ کے بہت سے عذاب آئے مگر جب عذاب آتا تھا تو وہ موسیٰ علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کرتے تھے کہ لَئِنْ کَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَکَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَکَ بَنِی اِسْرَآئِیْلَ اے موسیٰ علیہ السلام اگر آپ نے یہ عذاب دور کر دیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ اور بنی اسرائیل کو آپ کے حوالہ کر دینگے مگر جب پھر عذاب دُور ہو جاتے ایمان نہ لاتے تھے جب رَبّ کو فرعونیوں کا ہلاک کرنا منظور ہوا تو موسیٰ علیہ السلام تک فرعونیوں کو نہ پہنچنے دیا۔ بلکہ دریاء قلزم سے پہلے تو موسیٰ علیہ السلام کو صحیح وسالم نکال دیا پھر فرعون کو دریا میں پھنسا دیا۔ جب ڈوبنے لگا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وسیلہ نہ پا سکا بلا وسیلہ رَبّ کو پکارا اور بولا اٰمَنْتُ بِرَبِّ مُوْسٰی وَھَارُوْنَ میں موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے رَبّ پر ایمان لاتا ہوں۔ چونکہ وسیلہ درمیان نہ تھا۔ ایمان قبول نہ ہوا اور ڈوب گیا۔ کفار مکہ بھی ہر مصیبت یعنی قحط سالی وغیرہ کے موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دعا کراتے تھے۔ اونٹوں۔ چڑیوں۔ ہرنیوں نے مصیبت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فریادیں کیں۔ اعلیحضرت قدس سرہٗ نے کیا خوب فرمایا۔

ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد   ہاں یہیں چاہتی ہے ہرنی داد
اسی در پر شتران ناشاد   گلۂ رنج و عنا کرتے ہیں

بے جان کنکروں، لکڑیوں نے حضور کا ہی وسیلا اختیار کیا۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

نطق آب و نطق خاک و نطق گِل   ہست محسوسِ حواسِ اہل دل
فلسفی گو منکر حنانہ است   از حواسِ اولیاء بیگانہ است

اگر یہ واقعات تفصیل وار دیکھنا ہوں تو ہماری تصنیفات کا مطالعہ کرو۔ خصوصاً سلطنتِ مصطفےٰ دیکھو۔ غرضکہ پاک بندوں کا وسیلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے کفار اور بے عقل مخلوق بھی قائل ہے۔ مگر افسوس کہ ایسے ظاہر مسئلہ کے اب منکر ہوئے تو کون جانور نہیں۔ رام لعل۔ دوار کا پرشاد کافر نہیں۔ بے علم مسلمان نہیں بلکہ کلمہ پڑھنے والے فاضل دیوبند کہلانے والے اسلام کے ٹھیکیدار بننے والے دیوبندی وہابی اور مولوی اور فقط انکار ہی نہیں کیا۔ بلکہ ایسی ضد پر آئے کہ اُن کے تمام وعظ جلسے مجلسیں اسی لیئے وقف

ہوگئیں وسیلہ کے قائل مسلمانوں پر شرک وکفر وطغیان کے فتوے لگنے لگے۔ بتوں کی آیات پیغمبروں پر اور کفار کی آیات مسلمانوں پر چسپاں کرنے لگے۔ اللہ تعالےٰ کے پیارے بندوں کی شان میں ایسی گستاخیاں کرنے لگے۔ کہ کبھی کفار کو بھی ایسی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ بعض سادہ لوح مسلمان اُن کے جبہ و دستار دیکھ کر اُن کے جال میں پھنس گئے اور یہ بیماری متعدی مرض کی طرح بڑھنے لگی۔ اس لئے میں نے سوچا کہ اگر میں اس وقت خاموش رہوں تو میرا وجود کس کام آئے گا۔ میں نے بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے ٹکڑے کھائے ہیں اُن کے نام پر پلا ہوں اگر اُن کے دین پر آنچ آتی دیکھوں اور حرکت نہ کروں تو ضرور میری پکڑ ہوگی۔ محافظ کُتّے کا فرض ہے کہ جب مالک کے گھر چور آتے دیکھے تو کم از کم چیخ پکار کرکے چوروں کو بھگا دے۔ میرے پاس صرف چوب قلم ہے۔ اللہ کے نام پر یہ رسالہ لکھا اس رسالہ کا بھی وہ ہی طریقہ ہوگا جو جاء الحق اور سلطنت مصطفےٰ کا ہے۔ یعنی وسیلہ کا مسئلہ دو بابوں میں بیان ہوگا۔ پہلے باب میں وسیلہ بزرگان کا ثبوت قرآنی آیات۔ احادیث نبوی۔ بزرگوں کے قول۔ خود مخالفوں کی تحریروں سے دوسرے باب میں مخالفین کے اعتراضات مع جوابات کے اس رسالہ کا نام رحمتِ خدا بوسیلۂ اولیاء رکھتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے اسے قبول فرما کر صدقۂ جاریہ بنائے اور اسے میرے گناہوں کا کفارہ فرمائے۔ جو مسلمان اس سے فائدہ اُٹھائے وہ میرے لئے دعا کرے کہ رب تعالیٰ مجھے ایمان پر خاتمہ نصیب کرے۔ اور میرے گناہوں کے سیاہ دفتروں کو اپنی رحمت اور مغفرت کے پانی سے دھو دے کہ اسی لالچ میں میں نے یہ محنت کی ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ آمین آمین آمین یَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ وَيَا اَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْنَ ؞

ناچیز احمد یار خاں نعیمی اشرفی مدرس انجمن خدام الرسول
گجرات۔ پاکستان

یکم ماہ فاخر ربیع الاخر ۱۳۷۱ھ روز ایمان افروز طغیان سوز دوشنبہ مبارک

اللہ کے مقبول بندے خواہ زندہ ہوں یا وفات یافتہ اللہ کے یہاں مسلمانوں کا وسیلۂ عظمیٰ ہیں اُن کی ذات وسیلہ اُن کا نام وسیلہ اُن کی چیزیں وسیلہ جس چیز سے اُن کو نسبت ہو جائے وہ وسیلہ ہے۔ مگر فی زمانہ وہابی دیوبندی اس کے منکر ہیں لہٰذا ہم رب تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ

مسئلہ دو بابوں میں عرض کرتے ہیں پہلے باب میں اس کا ثبوت دوسرے باب میں اس پر اعتراض وجواب۔

پہلا باب وسیلہ کے ثبوت میں

اللہ کے مقبول بندے اُن کی ذات اُن کا نام اُن کے تبرکات مخلوق کا وسیلہ ہیں اس کا ثبوت قرآنی آیات احادیث نبویہ اقوال بزرگان اجماع اُمت اور دلائل عقلیہ بلکہ خود مخالفین کے اقوال سے ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۱) وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ (سورہ نساء پ ۵ ع ۶) اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کے آستانہ پر آجاویں اور آپ سے معافی چاہیں اور آپ بھی یا رسول اللہ اُن کی سفارش کریں تو یہ لوگ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاویں۔ اس آیہ کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر مجرم کے لئے ہر وقت تا قیامت وسیلہ مغفرت ہیں ظَلَمُوْا میں کوئی قید نہیں اور اذعام ہے یعنی ہر قسم کا مجرم ہمیشہ آپ کے پاس حاضر ہو۔

(۲) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (پ ۶ ع ۹ سورہ مائدہ) اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور رب کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ اور اس کی راہ میں جہاد کرو۔ تاکہ کامیاب ہو معلوم ہوا کہ اعمال کے علاوہ اللہ کے پیارے بندوں کو وسیلہ ڈھونڈنا ضروری ہے۔ کیونکہ اعمال تو اتقوا اللہ میں آگئے۔ اور اس کے بعد وسیلہ کا حکم دیا۔ معلوم ہوا کہ یہ وسیلہ اعمال کے علاوہ ہے۔

(۳) خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ (پ ۱۱ ع ۱ سورہ توبہ) اے محبوب اُن مسلمانوں کے مالوں کا صدقہ قبول فرماؤ اور اس کے ذریعہ آپ انہیں پاک وصاف کرو اور اُن کے حق میں دعا خیر کرو۔ کیونکہ آپ کی دعا اُن کے دل کا چین ہے معلوم ہوا کہ صدقہ وخیرات اعمال صالح طہارت کا کافی وسیلہ نہیں بلکہ طہارت تو حضور کے کرم سے حاصل ہوتی ہے۔

(۴) هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (پ ۲۸ سورہ جمعہ) رب تعالیٰ وہ قدرت والا ہے جس نے بے پڑھوں میں

اُن ہی میں سے رسول بھیجا جو اُن پر رب کی آیات تلاوت فرماتے ہیں اور انہیں پاک فرماتے ہیں اور کتاب حکمت سکھاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پاک و صاف فرماتے اور اللہ کی نعمتوں کے وسیلہ عظمیٰ ہیں۔

(۵) وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا۔ (پ ۱ ع ۱۰ سورہ بقر) یہ اہل کتاب حضور کی تشریف آوری سے پہلے حضور کے طفیل کفار پر فتح کی دُعا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اہل کتاب آپ کے نام کے وسیلہ سے جنگوں میں دعا فتح کرتے تھے۔ اور قرآن کریم نے اُن کے اس فعل پر اعتراض نہ کیا بلکہ تائید کی اور فرمایا کہ اُن کے نام کے وسیلہ سے تم دعائیں مانگتے تھے اب ان پر ایمان کیوں نہیں لائے معلوم ہوا کہ حضور کا نام ہمیشہ سے وسیلہ ہے۔

(۶) فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ۔ (پ ۱ ع ۳۔ سورہ بقر) آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی طرف سے کچھ کلمے پائے جن کے وسیلہ سے دُعا کی اور رب نے اُن کی توبہ قبول کی۔ بہت سے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے حضور کے نام کے وسیلے سے دُعا کی جو قبول ہوئی۔ معلوم ہوا کہ حضور انبیاء کرام کا بھی وسیلہ ہیں۔

(۷) قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا۔ (پ ۲ ع ۱۔ سورۃ بقر) ہم آپ کے چہرے کو آسمان کی طرف پھرتے دیکھ رہے ہیں۔ اچھا ہم آپ کو اُس قبلہ کی طرف پھیرے دیتے ہیں جس سے آپ راضی ہیں۔ معلوم ہوا کہ تبدیلی قبلہ صرف اسی لیے ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خواہش تھی یعنی کعبہ معظمہ حضور کے وسیلے سے قبلہ بنا جب کعبہ حضور کے وسیلہ کا محتاج ہے۔ تو ما و شما کا کیا پوچھنا ہے۔

(۸) وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا۔ (پ ۱۶ ع ۱ سورہ کہف) خضر علیہ السلام نے دیوار بنا کر موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اسی دیوار کے نیچے یتیم بچوں کا خزانہ ہے۔ ان کا باپ نیک تھا۔ اس لئے رب نے چاہا کہ ان کا خزانہ محفوظ رہے اور یہ جوان ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں۔ معلوم ہوا کہ اُن یتیم بچوں پر رب کا یہ کرم ہوا کہ اُن کی دیوار بنانے کے لئے دو مقبول بندے بھیجے گئے اُس کی وجہ یہ تھی کہ اُن کا باپ نیک آدمی تھا۔ یعنی نیک باپ کے وسیلہ سے اولاد پر اللہ کا کرم ہوتا ہے۔

(۹) أُولٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ

رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۔ (پ ۱۵ ع ۵ سورہ بنی اسرائیل) وہ مقبول بندے جن کی بُت پرست پوجا کرتے ہیں۔ وہ خود رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ اُن میں کون زیادہ مقرب ہے اُس کی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور اُس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جن نیک بندوں کی کفار پوجا کرتے تھے اُن میں سے ہر ایک اللہ سے زیادہ قرب رکھنے والے کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔ ربّ تعالیٰ نے اس تلاش وسیلہ پر اعتراض نہ فرمایا۔

(۱۰) وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ (الیٰ ان قال) لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۔ (پ ۲۶ ع ۱۰ سورہ فتح) یعنی اگر یہ نہ ہوتا کہ کچھ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ہیں جنکی تمہیں خبر نہیں۔ گروہ جدا ہو جاتے تو ہم ضرور اُن میں سے کافروں کو دردناک عذاب دیتے معلوم ہوا کہ کفار مکہ کے عذاب سے محفوظ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ اُن میں کچھ مسلمان رہ گئے تھے یعنی شہر میں اللہ کے نیک بندوں کا ہونا بے دینوں کے امن کا وسیلہ ہے۔

(۱۱) وَقَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا (پ ۱۵ ع ۱۴ سورہ کہف) غالب آنے والے لوگ بولے کہ ہم اصحابِ کہف پر مسجد بنائیں گے۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کی قبروں کے پاس مسجد بنانا تاکہ اُن کے وسیلے سے نماز میں برکت ہو اور زیادہ قبول ہو۔ ہمیشہ سے مسلمانوں کا دستور رہا ہے۔ قرآن کریم نے اصحاب کہف کی غار پر مسجد بنانے کا ذکر کیا اور اس کی تردید نہ کی جس سے پتہ لگا کہ اُن کا یہ کام اللہ تعالیٰ کو پسند ہوا۔

(۱۲) اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ط (پ ۱۳ ع ۳ سورہ یوسف) یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے فرمایا کہ میری قمیص لے جاؤ اور والد ماجد کے منہ پر ڈالدو۔ اُنکی آنکھیں اچھی ہو جائیں گی۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے لباس کے وسیلہ سے دکھ دور ہوتے ہیں۔ شفاء ملتی ہے۔

(۱۳) لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ (پ ۳۰ سورہ لا اقسم) میں قسم فرماتا ہوں اس شہر مکہ کی حالانکہ اے محبوب اس میں تم تشریف فرما ہو۔ معلوم ہوا کہ حضور کے وسیلے سے مکہ مکرمہ کو یہ افضلیت ملی کہ رب نے اُس کی قسم فرمائی۔

(۱۴) وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۔ (پ ۳۰) یعنی قسم ہے انجیر، زیتون اور طور کی اور اس امانت والے شہر کی، معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے وسیلے سے انجیر اور طور پہاڑ کو عزت ملی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے مکہ شریف کو یہ

برکت حاصل ہوئی کہ ان کی قسم رب نے فرمائی وسیلہ کا نفع بے جان چیزوں کو بھی پہنچ جاتا ہے۔

(۱۵) اِنَّ اٰیَةَ مُلْکِهٖۤ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ التَّابُوْتُ فِیْهِ سَکِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ بَقِیَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَ اٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِکَةُ ؕ (پ ۲ ع ۱۵ سورہ بقر) شمویل علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ طالوت کے بادشاہت کی دلیل یہ ہے کہ اُن کے پاس تابوت سکینہ آوے گا جس میں موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کے تبرکات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ صندوق دیا تھا جس میں موسیٰ علیہ السلام کا نعلین شریف اور ہارون علیہ السلام کی دستار مبارک اور دیگر تبرکات تھے جسے بنی اسرائیل جنگ میں اپنے آگے رکھتے تھے جس کی برکت سے دشمن پر فتح پاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کے وسیلے سے آفات دور ہوتی ہیں مشکلیں حل ہوتی ہیں۔

(۱۶) اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَکُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (پ ۳ ع ۱۳ ۔ سورہ آل عمران) عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں مٹی سے پرندے کی شکل بناتا ہوں۔ اُس میں پھونک مارتا ہوں جس سے وہ باذن پروردگار پرندہ بن جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے دم کے وسیلہ مٹی میں جان پڑتی ہے اور بیماروں کو شفا ہو جاتی ہے۔

(۱۷) فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَ کَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِیْ نَفْسِیْ (پ ۱۶ ع ۱۳ سورہ طٰہٰ) سامری بولا کہ میں نے حضرت جبرائیل کے گھوڑی کی ٹاپ کے نیچے سے ایک مٹھی مٹی لی۔ اور سونے کے بچھڑے کے منہ میں ڈال دی۔ معلوم ہوا کہ جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑی کے پاؤں کی خاک کے وسیلہ سے سونے کے بچھڑے میں جان پڑ گئی۔

(۱۸) قُلْ یَتَوَفّٰىکُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ (پ ۲۱ ع ۱۳ سورہ سجدہ) فرما دو کہ تم کو ملک الموت وفات دیں گے جو تم پر مقرر کئے گئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت ملک الموت کے وسیلہ سے جان نکلتی ہے۔

(۱۹) قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَکِیًّا ؕ (پ ۱۶ ع ۴ سورہ مریم) حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت مریم سے کہا کہ میں تمہارے رب کا قاصد ہوں۔ اس لئے آیا ہوں کہ تمہیں ستھرا بیٹا بخشوں معلوم ہوا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے وسیلہ سے لڑکا ملتا ہے۔

(۲۰) وَ مَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِیْهِمْ (پ ۹ ع ۱۸ سورہ انفال) اللہ انہیں عذاب دیگا حالانکہ آپ ان میں ہیں۔ یعنی اہل مکہ عذاب سے اس لئے بچے ہوئے ہیں کہ ان میں آپ جلوہ گر ہیں معلوم ہوا کہ حضور کی ذات شریف عذاب الٰہی سے امن کا وسیلہ ہے۔

(پ ۱ ع ۷)
(۲۱) وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا الخ۔ اور جب تم نے (بنی اسرائیل) کہا اے موسیٰ ہم ایک کھانے یعنی من وسلویٰ پر صبر نہ کریں گے اپنے رب سے دعا کرو کہ ہمارے لیے زمین کی پیداوار نکالے۔ معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل جب کوئی بات رب سے عرض کرنا چاہتے تو موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے۔

(۲۲) هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ۔ یعنی حضرت مریم کو بے موسم پھل کھاتے ہوئے دیکھ کر زکریا علیہ السلام نے مریم کے پاس کھڑے ہو کر فرزند کے لیے دعا مانگی۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے پاس دعا مانگنا زیادہ باعث قبول ہے۔ (پ ۳ سورہ آل عمران)

احادیث

(۱) مسند امام احمد ابن حنبل میں حضرت شریح ابن عبید سے بروایت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس ابدال کے متعلق فرمایا۔ يُسْقٰى بِهِمُ الْغَيْثُ وَيُنْصَرُ بِهِمْ عَلَى الْاَعْدَاءِ وَيُصْرَفُ بِهِمْ عَنْ اَهْلِ الشَّامِ الْعَذَابُ (مشکوٰۃ باب ذکر یمن و شام) یعنی ان چالیس ابدال کے وسیلے سے بارش ہو گی، دشمنوں پر فتح حاصل کی جائے گی۔ اور شام والوں سے عذاب دور ہو گا۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے پیاروں کے وسیلے سے بارش فتح و نصرت اور دفع بلا ہوتی ہے۔

(۲) دارمی شریف میں ہے کہ ایک دفعہ مدینہ میں بارش بند ہو گئی اور قحط پڑ گیا۔ لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا آپ نے فرمایا۔ اُنْظُرُوْا قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْعَلُوْا مِنْهُ كُوًى اِلَى السَّمَاءِ حَتّٰى لَا يَكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ فَفَعَلُوْا فَمُطِرُوْا مَطَرًا حَتّٰى نَبَتَ الْعُشْبُ وَسَمِنَتِ الْاِبِلُ حَتّٰى تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ فَسُمِّيَ عَامَ الْفَتْقِ (مشکوٰۃ باب الکرامات) یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھت کھول دو کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا تو فوراً بارش آئی۔ یہاں تک کہ چارہ اگا اونٹ موٹے ہو گئے۔ گویا چربی سے بھر گئے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے پیاروں کی قبر کے وسیلے سے بارشیں آتی ہیں۔

(۳) شرح سنہ میں ابن منکدر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے غلام حضرت سفینہ عہد فاروقی میں روم میں گرفتار ہو گئے آپ قید سے بھاگ نکلے کہ اچانک شیر سامنے آگیا۔ آپ نے شیر سے فرمایا یَا اَبَا الْحَارِثِ اَنَا مَوْلیٰ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ مِنْ اَمْرِیْ کَیْتَ وَکَیْتَ فَاَقْبَلَ الْاَسَدُ لَہٗ بَقْبَصَۃٍ حَتّٰی اَقَامَ اِلٰی جَنْبِہٖ کُلَّمَا سَمِعَ صَوْتًا اَھْوٰی اِلَیْہِ ثُمَّ اَقْبَلَ یَمْشِیْ اِلٰی جَنْبِہٖ حَتّٰی بَلَغَ الْجَیْشَ ثُمَّ رَجَعَ الْاَسَدُ (مشکوٰۃ باب الکرامات) یعنی اے شیر میں رسول اللہ کا غلام ہوں میرا واقعہ ایسا ایسا ہوا ہے۔ یہ سنکر شیر دم ہلاتا ہوا حضرت سفینہ کے پاس آگیا اور ساتھ چل دیا جب کوئی آواز سنتا تو فوراً اُدھر پہنچتا اور پھر حضرت سفینہ کے پاس آجاتا غرض اسی طرح حفاظت اور خدمت کرتا رہا یہاں تک کہ آپ لشکرِ اسلام میں پہنچ گئے۔ پھر لوٹ گیا۔ معلوم ہوا کہ حضور کے نام کے وسیلہ سے شیر بھی تابع ہو جاتے ہیں۔ اور شیر حضور کے غلاموں کو پہچانتے ہیں۔

(۴) مسلم و بخاری میں ہے کہ معراج کی رات پچاس نمازیں فرض ہوئیں فَرَجَعْتُ فَمَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی فَقَالَ بِمَ اُمِرْتَ قُلْتُ اُمِرْتُ بِخَمْسِیْنَ صَلٰوۃً کُلَّ یَوْمٍ قَالَ اِنَّ اُمَّتَکَ لَا تَسْتَطِیْعُ خَمْسِیْنَ صَلٰوۃً کُلَّ یَوْمٍ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَکَ وَعَالَجْتُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَشَدَّ الْمُعَالَجَۃِ فَارْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ فَسْئَلْہُ التَّخْفِیْفَ لِاُمَّتِکَ (مشکوٰۃ باب المعراج) یعنی ہم واپسی میں موسیٰ علیہ السلام پر گذرے تو آپ نے پوچھا کہ آپ کو کیا حکم ملا فرمایا ہر دن پچاس۵۰ نمازوں کا فرمایا حضور آپکی اُمّت میں اتنی طاقت نہیں میں بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوں۔ اپنی اُمّت کیلئے رب سے رعایت مانگیئے غرضکہ کئی بار عرض کرنے پر پانچ رہیں۔ معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے یہ رعایت اور رحمت ملی کہ پچاس نمازوں کی پانچ باقی رہیں یعنی اللہ کے بندوں کا وسیلہ اُن کے وفات کے بعد بھی فائدہ مند ہے

(۵) مسلم و بخاری میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک بار قحط پڑا تو جمعہ کے دن خطبہ میں ایک شخص نے حضور سے عرض کیا تو حضور نے اُسی حالت میں دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے۔ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا وَضَعَھَا حَتّٰی ثَارَ السَّحَابُ اَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ یَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِہٖ حَتّٰی رَاَیْتُ الْمَطَرَ یَتَحَادَرُ عَلٰی لِحْیَتِہٖ یعنی خدا کی قسم ابھی حضور کے دعا کے ہاتھ نیچے نہ گئے تھے کہ پہاڑوں کی طرح بادل اُٹھا اور حضور منبر سے نہ اترے تھے کہ بارش کا پانی آپ کی داڑھی مبارک سے ٹپکتا تھا۔ سات دن بارش ہوتی رہی اگلے جمعہ کو پھر زیادتی بارش کی شکایت کی گئی۔ فَرَفَعَ یَدَیْہِ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا فَمَا یُشِیْرُ اِلٰی نَاحِیَۃٍ مِّنَ السَّحَابِ اِلَّا انْفَرَجَتْ (مشکوٰۃ باب المعجزات) حضور نے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور عرض کیا کہ مولیٰ اب ہم پر نہ برسے

ہمارے آس پاس برسے پھر بادل کو جس طرف اشارہ فرماتے اُدھر ہی پھٹ جاتا تھا۔ معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام مصیبتوں کے وقت حضور کا وسیلہ اختیار کرتے تھے۔

(۶) مسلم و بخاری میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ (مشکوٰۃ کتاب العلم) ہم تقسیم فرمانے والے ہیں۔ اللہ دیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کی نعمتیں حضور تقسیم فرماتے ہیں اور تقسیم فرمانے والا وسیلہ ہوتا ہے۔ لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم خالق کی ہر نعمت کا وسیلہ ہیں

(۷) مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ماعز سے ایک بڑا گناہ ہوگیا تو بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ طَھِّرْنِیْ اے اللہ کے رسول مجھے پاک فرما دو (مشکوٰۃ کتاب الحدود) معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رب کا گناہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارگاہ میں آکر کہتے تھے کہ مجھے پاک کر دو حضور کو وسیلۂ نجات جانتے تھے۔

(۸) مسلم شریف باب السجود میں ہے کہ حضرت ربیعہ ابن کعب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ میں آپ سے مانگتا ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہوں معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب کی تمام نعمتوں حتیٰ کہ جنت کے حصول کا وسیلہ سمجھ کر حضور سے مانگتے تھے۔

(۹) ترمذی شریف میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کبشہ کے گھر ان کے مشکیزے سے منہ لگا کر پانی پیا تو فَقُمْتُ اِلَیْھَا فَقَطَعْتُہٗ میں اٹھی اور میں نے اس مشکیزے کا منہ کاٹ لیا۔ (مشکوٰۃ باب الاشربہ) اسکی شرح مرقاۃ میں مُلّا علی قاری فرماتے ہیں۔ اے فَمَ الْقِرْبَۃِ تَحْفِظُہٗ فِیْ بَیْتِیْ وَاتَّخَذْتُہٗ شِفَاءً یعنی مشکیزہ کا منہ کاٹ کر گھر میں محفوظ رکھا تا کہ اس سے شفاء حاصل کی جاوے۔ معلوم ہوا کہ صحابیہ اسی مشکیزہ کے منہ کے ذریعہ بیماروں کی شفاء حاصل کرتی تھیں اور حضور سے مس ہو جانیکی برکت سے اس چمڑہ کو شفاء کا وسیلہ جانتی تھیں۔

(۱۰) مسلم شریف میں ہے کہ حضرت اسماء کے پاس حضور کا جبہ شریف تھا اور فرماتی تھیں ھٰذِہٖ جُبَّۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَتْ عِنْدَ عَائِشَۃَ فَلَمَّا قُبِضَتْ قَبَضْتُھَا وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَلْبَسُھَا فَنَحْنُ نَغْسِلُھَا لِلْمَرْضٰی نَسْتَشْفِیْ بِھَا (مشکوٰۃ کتاب اللباس) یعنی یہ جبہ حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس تھا انکی وفات کے بعد میں نے اسے لے لیا۔ اس جبہ شریف کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہنتے تھے اور اب ہم یہ کرتے ہیں کہ مدینہ میں جو بیمار ہو جاتا ہے اسے دھو کر پلاتے ہیں اس سے شفا ہو جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور کے بدن شریف سے مس

کئے ہوئے جبہ کو شفا کا وسیلہ سمجھ کر اُسے دھو کر پیتے تھے۔

(۱۱) نسائی شریف میں ہے کہ یہود کی ایک جماعت حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئی اور عرض کیا کہ ہمارے شہر میں عبادت خانہ بیعہ ہے ہم چاہتے ہیں کہ اُسے توڑ کر مسجد بنائیں۔ فَاسْتَوْهَبْنَا مِنْ فَضْلِ طَهُورِهٖ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ وَتَمَضْمَضَ ثُمَّ صَبَّهٗ لَنَا فِیْ اِدَاوَةٍ وَاَمَرَنَا فَقَالَ اُخْرُجُوْا فَاِذَا اَتَیْتُمْ اَرْضَکُمْ فَاکْسِرُوْا بِیْعَتَکُمْ وَانْضَحُوْا مَکَانَهَا هٰذَا الْمَاءَ فَاتَّخِذُوْهَا مَسْجِدًا (مشکوٰۃ باب المساجد) ہم نے حضور سے آپ کا غسالہ مانگا تو آپ نے پانی منگا کر وضو کیا اور کلی کی اور یہ تمام پانی کلی اور وضو کا ایک برتن میں ڈال کر ہمیں عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ جاؤ اپنے بیعہ میں اس پانی کو چھڑک دو اور وہاں مسجد بنالو۔ معلوم ہوا کہ حضور کا غسالہ باطنی گندگی دُور کرنے کا وسیلہ ہے۔

(۱۲) ابن عبد البر نے کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں لکھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت فرمائی کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا عنایت فرمایا تھا وہ میں نے اسی دن کے لیے چھوڑا تھا اس کپڑے کو میرے کفن کے نیچے رکھ دینا۔ وَخُذْ ذٰلِكَ الشَّعْرَ وَالْاَظْفَارَ فَاجْعَلْهُ فِیْ فَمِیْ وَعَلٰی عَیْنَیَّ وَمَوَاضِعِ السُّجُوْدِ مِنِّیْ۔ حضور کے یہ بال اور ناخن لو انھیں میرے منہ اور آنکھوں اور سجدوں کی جگہوں میں رکھ دینا۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور کے تبرکات کو راحتِ قبر کا وسیلہ سمجھ کر اپنی قبروں میں ساتھ لے جاتے تھے (الحرف الحسن)

(۱۳) ابو نعیم نے معرفۃ الصحابہ میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت فرمایا کہ حضور نے سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کو قمیص کا کفن دیا اور کچھ دیر اُن کی قبر میں خود لیٹ کر آرام فرمایا۔ وجہ پوچھنے پر ارشاد فرمایا اِنِّیْ اَلْبَسْتُهَا لِتُلْبَسَ مِنْ ثِیَابِ الْجَنَّةِ وَاضْطَجَعْتُ مَعَهَا فِیْ قَبْرِهَا لِاُخَفِّفَ عَنْهَا مِنْ ضَغْطَةِ الْقَبْرِ۔ ہم نے اپنی ان چچی صاحبہ کو اپنی قمیص اس لیے پہنائی تاکہ انھیں جنت کا لباس پہنایا جاوے اور اُن کی قبر میں اس لئے آرام فرمایا تاکہ انھیں تنگی قبر سے امن ملے معلوم ہوا کہ حضور کا لباس جنتی جوڑے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور جس جگہ اُن کا پاک قدم پڑ جائے۔ وہاں آفات سے امن ہو جاتی ہے۔

(۱۴) مسلم شریف میں ہے۔ اِذَا صَلَّی الْغَدَاةَ جَاءَ خَدَمُ الْمَدِیْنَةِ بِاٰنِیَتِهِمْ فِیْهَا الْمَاءُ فَمَا یَاْتُوْنَ بِاِنَاءٍ اِلَّا غَمَسَ یَدَهٗ فِیْهَا (مشکوٰۃ باب اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر پڑھتے تھے تو مدینہ منورہ کے نیچے برتنوں میں پانی لے آتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر برتن میں اپنا دستِ مبارک ڈال دیتے تھے معلوم ہوا کہ مدینہ والے حضور کی ہاتھ مبارک کی برکت کو بیماری کی

شفا کا وسیلہ سمجھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُن کو منع نہ فرماتے تھے۔ بلکہ اپنا ہاتھ شریف پانی میں ڈال دیتے تھے۔

(۱۵) مسلم و بخاری میں ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ فَیَغْزُوْ فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَیَقُوْلُوْنَ ھَلْ فِیْکُمْ مَّنْ صَاحَبَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُفْتَحُ لَھُمْ یعنی لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ وہ جہاد کرینگے۔ پس کہیں گے کیا تم میں کوئی صحابی رسول بھی ہیں جواب ملے گا ہاں اُس صحابی کے وسیلہ سے انہیں فتح نصیب ہوگی۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے پیاروں کے وسیلہ سے جہاد میں فتح نصیب ہوتی ہے اور اُن کا وسیلہ پکڑنے کا حکم ہے۔ اس حدیث میں تابعین تبع تابعین کے وسیلہ کا بھی ذکر ہے۔ یعنی اولیاء اللہ کے توسل سے فتح و نصرت حاصل ہوتی ہے۔

(۱۶) بخاری شریف میں ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ھَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِکُمْ (مشکوٰۃ باب فضل الفقراء) یعنی تم کو نہیں فتح ملتی اور نہیں رزق ملتا۔ مگر ضعیف مومنوں کی برکت اور وسیلہ سے، معلوم ہوا کہ فقراء کے وسیلہ سے بارش آتی ہے رزق ملتا ہے۔ فتح نصرت نصیب ہوتی ہے۔

(۱۷) ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ (مشکوٰۃ باب الشفاعۃ) یعنی میری شفاعت و سفارش میری اُمت کے گناہ کبیرہ والوں کے لئے ہے اس کی شرح میں شیخ عبدالحق لمعات میں فرماتے ہیں اَیْ لِوَضْعِ السَّیِّئَاتِ وَاَمَّا الشَّفَاعَۃُ لِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ فَلِکُلٍّ مِّنَ الْاَتْقِیَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ یعنی گنہگاروں کے لئے تو معافی دلانے کی سفارش ہوگی لیکن درجے بلند کرانے کی شفاعت وہ ہر متقی اور ولی کے لئے ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر قسم کا مومن حضور کے وسیلہ کا حاجت مند ہے بہت سے بدعمل بھی حضور کی شفاعت سے جنتی ہو جاوینگے اور کوئی ولی بھی حضور سے بے نیاز نہیں۔

(۱۸) ابن ماجہ میں ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یَشْفَعُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ثَلٰثَۃٌ اَلْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّھَدَاءُ (مشکوٰۃ باب الشفاعۃ) یعنی قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کرینگے نبی۔ علماء۔ پھر شہداء لوگ۔ معلوم ہوا کہ حضور کے طفیل علماء۔ شہداء۔ عام مسلمانوں کا وسیلۂ نجات ہیں۔

(۱۹) ترمذی دارمی۔ ابن ماجہ میں ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ بِشَفَاعَۃِ رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِیْ اَکْثَرُ مِنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ (مشکوٰۃ باب الشفاعۃ) یعنی میرے ایک اُمتی کی شفاعت سے

بنی تمیم قبیلے سے زیادہ آدمی جنت میں جائینگے! اس کی شرح مرقات میں ملا قاری فرماتے ہیں قِیْلَ اَلرَّجُلُ عُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانَ قِیْلَ اُوَیْسُ قَرْنِیْ وَقِیْلَ غَیْرُہٗ۔ بعض علماء نے فرمایا کہ وہ عثمان غنی ہیں بعض نے فرمایا کہ وہ شخص اویس قرنی ہیں۔ بعض نے کہا کہ کوئی اور بزرگ ہیں معلوم ہوا کہ حضور کے اُمتی بھی وسیلہ نجات ہیں۔

(۲۰) شرح سنۃ میں ہے کہ ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی جگہ تشریف لیجا رہے تھے ایک اونٹ نے جو کھیت میں کام کر رہا تھا حضور کو دیکھا اور اپنا منہ زانو پاک پر رکھکر فریادی ہوا۔ سرکار نے اُس کے مالک کو بلا کر فرمایا کہ فَاِنَّہٗ شَکٰی کَثْرَۃَ الْعَمَلِ وَقِلَّۃَ الْعَلَفِ فَاَحْسِنُوْا اِلَیْہِ (مشکوٰۃ باب المعجزات) یہ اونٹ شکایت کرتا ہے کہ تو اس سے کام زیادہ لیتا ہے اور چارہ کم دیتا ہے اس کے ساتھ بھلائی کر۔ معلوم ہوا کہ بے عقل جانور بھی حضور کو دفع حاجات کا وسیلہ جانتے ہیں۔ جو انسان ہو کر اُن کے وسیلہ کا منکر ہو وہ اونٹ سے زیادہ بے عقل ہے۔

(۲۱) حضور کے طفیل سے ابولہب کے عذاب میں کچھ تخفیف ہوئی کیونکہ اُس کی لونڈی ثویبہ نے حضور کو دودھ پلایا تھا (بخاری شریف کتاب الرضاع) معلوم ہوا کہ نبی کا وسیلہ ایسی نعمت ہے جس کا فائدہ ابولہب جیسے مردود بارگاہ نے بھی کچھ پالیا مسلمان تو اُن کا بندۂ بے دام ہے۔

(۲۲) بخاری شریف کتاب المساجد میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ حج کو جاتے ہوئے ہر اُس جگہ نماز پڑھتے تھے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج کے موقعہ پر نماز پڑھی تھی یہ مقامات بخاری نے بتلائے بھی ہیں معلوم ہوا کہ جس جگہ بزرگ عبادت کرے۔ وہ جگہ قبولیت کا وسیلہ بنجاتی ہے

بزرگانِ دین کے اقوال

صحابہ کرام سے لے کر آج تک کے تمام مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ رہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق کے وسیلۂ عظمیٰ ہیں اور حضور کے صدقہ سے اولیاء اللہ اور علماء بھی وسیلہ ہیں ہم صحابہ کرام کے قول اور عمل احادیث کے باب میں بیان کر چکے اب علماء و اولیاء کے کلام سنو اور اپنا ایمان تازہ کرو۔

(۱) حضور غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ عنہ اپنے قصیدۂ غوثیہ میں اپنے خداداد اختیارات بیان فرما کر ارشاد فرماتے ہیں:-

وَکُلُّ وَلِیٍّ لَہٗ قَدَمٌ وَاِنِّیْ   عَلٰی قَدَمِ النَّبِیِّ بَدْرِ الْکَمَالِ

میں جو دنیا پر راج کر رہا ہوں اور میرے قبضہ میں زمین و زمان مکین و مکان ہے اُس کی وجہ یہ ہے

کہ ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے نقش قدم پر ہوتا ہے اور اس کا مظہر ہوتا ہے میں نبیوں کے چاند رسولوں کے سورج حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہوں۔ معلوم ہوا کہ حضور غوث پاک کی نگاہ میں وسیلہ مصطفےٰ ایسی اہم چیز ہے کہ انہیں سارے مراتب اسی سرکار سے میسر ہوئے۔

(۲) اماموں کے امام یعنی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں۔

اَنَا طَامِعٌ بِالْجُوْدِ مِنْكَ وَلَمْ يَكُنْ   لِاَبِیْ حَنِیْفَةَ فِی الْاَنَامِ سِوَاكَ

یارسول اللہ میں آپ کی عطا کا امیدوار ہوں اور مخلوق میں ابوحنیفہ کا تمہارے سوا کوئی نہیں معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ حضور کو اپنا وسیلہ مانتے ہیں۔

(۳) امام بوصیری قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں یہ قصیدہ مقبول بارگاہ مصطفےٰ ہو چکا ہے

وَمَنْ تَكُنْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُهُ   اِنْ تَلْقَهُ الْاُسْدُ فِیْ اٰجَامِهَا تَجِمِ

یعنی جسکی مدد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں وہ شیر سے بھی بچ جاتا ہے معلوم ہوا کہ یہ بزرگ بھی حضور کو ہر مصیبت کے دفع کا وسیلہ مانتے ہیں۔

(۴) حضرت شیخ سعدی شیرازی قدس سرہ بوستان میں فرماتے ہیں۔

شنیدم کہ در روز امید و بیم   بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

یعنی میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نیکوں کے وسیلہ سے بدوں کو بخش دیگا معلوم ہوا کہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ علماء وصالحین کے وسیلہ سے گنہگاروں کی مغفرت مانتے ہیں۔

(۵) شیخ عطار فریدالدین قدس سرہ پند نامہ عطار میں فرماتے ہیں ؎

آں کہ آمد نہ فلک معراج او   انبیاء و اولیاء محتاج او

نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ شان والے ہیں کہ نو آسمان کی معراج فرمائی اور نبی، ولی حضور کے حاجتمند ہیں معلوم ہوا کہ شیخ عطار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے نبیوں ولیوں کا وسیلہ مانتے ہیں۔

(۶) مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اگر نامِ محمد را نہ آوردے شفیع آدم   نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

اگر حضور کے نام کے وسیلہ سے آدم علیہ السلام توبہ نہ کرتے تو انکی توبہ کبھی قبول نہ ہوتی اور اگر نوح علیہ السلام حضور کا وسیلہ نہ پکڑتے تو غرق سے نجات نہ پاتے معلوم ہوا کہ مولانا جامی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول دعا کا اور آفات سے بچنے کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔

(۷) مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ العزیز مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

اے بسا در گور خفتہ خاک وار — بہ ز صد احیا بنفع و انتشار

سایہ او بود و خاکش سایہ مند — صد ہزاراں زندہ در سایہ وے اند

بہت سے قبروں میں سونے والے بندے ہزاروں زندوں سے زیادہ نفع پہنچاتے ہیں۔ اُن کے قبر کی خاک بھی لوگوں پر سایہ فگن ہے لاکھوں زندے ان قبر والوں کے سایہ میں ہیں معلوم ہوا کہ مولانا قدس سرہٗ اللہ کے پیاروں کو بعد وفات زندوں کا وسیلہ مانتے ہیں۔

(۸) درود تاج شریف جو تمام اولیاء علماء کا درو وظیفہ ہے اُس میں ہے وَسِیْلَتِنَا فِی الدَّارَیْنِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا و آخرت میں ہمارے وسیلہ ہیں۔

(۹) مثنوی شریف میں مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں۔

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر — ہست بس پر آفت و خوف و خطر

چوں گرفتی پیر ہیں تسلیم شو — ہمچو موسیٰ زیر حکم خضر رو

گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن! — گرچہ طفلے را کشد تو موم کن

یعنی پیر پکڑو کیونکہ آخرت کا سفر بغیر پیر کے خطرناک ہے اور جب پیر اختیار کرو۔ تو اُس کے ایسے تابع فرمان ہو جاؤ جیسے موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کے کہ اگر پیر کشتی توڑے تو دم نہ مارو اور اگر بچہ کو بلا قصور قتل کرے تو اعتراض نہ کرو معلوم ہوا کہ پیر کا وسیلہ پکڑنا مولانا کے نزدیک لازم ہے

(۱۰) شیخ سعدی فرماتے ہیں ؎

مپندار سعدی کہ راہِ صفا — تواں یافت جز در پئے مصطفٰے

اے سعدی یہ خیال بھی نہ کرنا کہ حضور کی پیروی کے بغیر تم راہ ہدایت پا سکو گے یعنی ایمان لانے اعمال کرنے کے بعد بھی حضور کے وسیلہ کی ہر جگہ ضرورت ہے۔

(۱۱) حنفیوں کے معتبر عالم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب نزہۃ الخاطر الفاتر فی ترجمہ شیخ عبد القادر صفحہ ۱۱ میں فرماتے ہیں کہ حضور غوث پاک نے فرمایا مَنْ اِسْتَغَاثَ بِیْ فِیْ کُرْبَۃٍ کُشِفَتْ عَنْہُ وَمَنْ نَادَانِیْ بِاِسْمِیْ فِیْ شِدَّۃٍ فُرِّجَتْ عَنْہُ وَمَنْ تَوَسَّلَ بِیْ اِلَی اللّٰہِ فِیْ حَاجَۃٍ قُضِیَتْ یعنی جو کوئی مصیبت میں مجھ سے مدد مانگے تو وہ مصیبت دُور ہوگی۔ اور جو کسی تکلیف میں میرا نام لے کر پکارے تو تکلیف رفع ہوگی۔ اس کے بعد مولانا علی قاری نماز غوثیہ کی ترکیب بتا کر فرماتے ہیں وَقَدْ جُرِّبَ ذٰلِکَ مِرَارًا فَصَحَّ اُس کا بار ہا تجربہ کیا گیا صحیح ثابت ہوا۔ فرمایئے ملا علی قاری حضور غوث پاک کا وسیلہ پکڑ کر فرماتے ہیں کہ درست ہے۔ اور حضور غوث پاک اپنا وسیلہ پکڑنے

کا حکم دیتے ہیں۔ یہ ملا علی قاری وہ بزرگ ہیں جن کو دیوبندی، وہابی بڑے زور شور سے مانتے ہیں۔

(۱۲) شامی شریف کے مقدمہ میں ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اِنِّی لَاَتَبَرَّکُ بِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَاَجِیْئُ اِلٰی قَبْرِہٖ فَاِذَا عَرَضَتْ لِیْ حَاجَۃٌ صَلَّیْتُ رَکْعَتَیْنِ وَسَالْتُ اللّٰہَ عِنْدَ قَبْرِہٖ فَتُقْضٰی سَرِیْعًا یعنی میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر سے برکت حاصل کرتا ہوں اور انکی قبر پر آتا ہوں جب مجھے کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر رب سے دعا کرتا ہوں تو فوراً حاجت پوری ہو جاتی ہے۔ مذہب کے اتنے بڑے امام یعنی امام شافعی رضی اللہ عنہ امام اعظم کی قبر شریف کو وسیلہ دعا بنا کر سفر کر کے وہاں آتے ہیں۔ اور ان کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں۔

(۱۳) حصن حصین شریف کے شروع میں اداب دعا ارشاد فرمائے اُس میں بحوالہ بخاری و بزار دعا کا ایک ادب یہ بیان فرمایا وَاَنْ یَّتَوَسَّلَ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی بِالْاَنْبِیَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ مِنْ عِبَادِہٖ یعنی دعا مانگے انبیاء اور نیک بندوں کے وسیلہ سے معلوم ہوا کہ اللہ کے پیاروں کا نام دعا کی قبولیت کا وسیلہ ہے۔

(۱۴) اس کی شرح میں شیخ عبدالحق فرماتے ہیں خصوصاً بوسیلہ حضرت سید المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کہ رجاء قبول بطفیل دی اکثر واتم واوفر واکمل است وتعل انبیاء مرسلین وسیرت سلف صالحین است۔ یعنی خصوصیت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرے کہ اس میں قبولیت بہت زیادہ ہے اور گذشتہ پیغمبروں اور بزرگوں کی یہ سنت ہے اس جگہ شیخ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ حضور کے طفیل سے قبول ہوئی۔

(۱۵) اس کی شرح الحرز الوصین میں ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ مِنَ الْمَنْدُوْبَاتِ یعنی یہ وسیلہ مستحب ہے۔

(۱۶) فقہا فرماتے ہیں کہ استسقاء یعنی بارش مانگنے کی نماز میں جب جائے تو شیر خوار بچوں کو ماں سے علیحدہ کر دیں اور جانوروں کو ساتھ لے جائیں کہ ان کے وسیلہ سے دعا ہو اور بارش آئے دیکھو عالمگیری۔ شامی جوہرہ وغیرہ۔ دیکھو بارش مانگنے کے لیئے جانوروں اور بچوں کا وسیلہ اختیار کیا گیا۔

(۱۷) سلطان محمود غزنوی جب سومنات کے حملہ میں گھر گیا تو اپنے شیخ ابو الحسن خرقانی

رحمۃ اللہ علیہ کے جبہ کو سامنے رکھکر دعا کی کہ مولا اس کے وسیلہ سے فتح دے اور ایسی فتح پائی کہ آج تک مشہور ہے حضرت شیخ نے اپنا جبّہ اسی لیئے دیا تھا۔ وسیلہ ثابت ہوا۔

اقوالِ مخالفین

دیوبندیوں کے پیشوا بھی وسیلہ پر عقیدہ رکھتے تھے

ہم وہ بھی پیش کرتے ہیں۔

(۱) مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنی کتاب نیل الشفاء بنعل المصطفٰے میں فرماتے ہیں کہ فی زمانہ کثرت معاصی کی وجہ سے ہم پر بلیات کا ہجوم ہے۔ اور دل و زبان کی کیفیت خراب ہونے کی وجہ سے توبہ استغفار قبول نہیں۔ البتہ اگر کوئی وسیلہ قوی ہو تو اُس کی برکت سے حضور قلب بھی میسر ہو سکتا ہے۔ اور امید قبول بھی ہے۔ منجملہ اُن وسائل کے بتجربہ بزرگان نقشہ نعل مقدسہ حضور سرور عالم فخر آدم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت قوی البرکت سریع الاثر پایا گیا ہے۔ غور کیجئے مولوی صاحب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین شریف کے نقشہ کو جو ہم خود کھینچ لیتے ہیں قبول دعا کے لیئے بہترین وسیلہ بنایا تو جس شہنشاہ کے جوتوں شریف کا نقشہ قبول دعا کا وسیلہ ہے تو خود نعل شریف کیسا وسیلہ ہوگا۔ اور پھر اُس جوتہ شریف کو پہننے والا اللہ کا پیارا معراج والا تخت و تاج والا کس درجہ کا وسیلہ ہوگا۔ بیشک وہ ہی بیکسوں کا کس ہے اور بے بسوں کا بس صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) یہ ہی مولوی اشرف علی صاحب اپنی اسی کتاب میں اسی نقشہ نعلین مبارک سے وسیلہ پکڑنے کا طریقہ یوں بیان کرتے ہیں۔ اس نقشہ کو باادب اپنے سر پر رکھے اور بتضرع تمام جناب باری میں عرض کرے کہ الٰہی جس مقدس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشہ نعل شریف کو سر پر لیئے ہوں اُن کا ادنیٰ درجہ کا غلام ہوں۔ الٰہی اسی نسبت غلامی پر نظر فرما کر برکت اسی نقشہ نعل شریف کے میری فلاں حاجت پوری فرما۔ پھر فرماتے ہیں۔ پھر سر پر سے اس کو اتار کر اپنے چہرے پر ملے اور اس کو بہت سے بوسہ دے۔

(۳) یہ ہی مولوی اشرف علی صاحب اسی کتاب میں اسی نقشہ نعلین شریف کی برکات اس طرح بیان کرتے ہیں۔ اسی نقشہ کی آزمائی ہوئی برکت یہ ہے کہ جو شخص تبرکاً اس کو اپنے پاس رکھے ظالموں کے ظلم سے دشمنوں کے غلبہ سے شیطان سرکش سے حاسد کی نظر بد سے امن و امان میں رہے اور اگر حاملہ عورت درد زہ کی شدت میں اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں رکھے بفضلہ تعالےٰ

اس کی مشکل آسان ہو جائے الخ :

موجودہ دیوبندی حضرات اپنے پیشوا مولوی اشرف علی صاحب کی عبارتیں غور سے پڑھیں۔ اور سوچیں کہ مولوی صاحب مذکور نے کس دھڑلّے سے حضور کے نعل شریف کے نقشہ کو وسیلہ مانا ہے اور لوگوں کو اس کا حکم دیا ہے بلکہ آخر کتاب میں فرماتے ہیں اور اس کو وسیلہ برکت سمجھیں کتاب کے آخری صفحہ پر اُسی نعل شریف کا نقشہ کھینچ کر دکھا دیا ہے۔

(۴) مولوی اشرف علی صاحب کے خلیفہ مولوی عبدالمجید صاحب نے مناجات مقبول کے آٹھویں حزب میں جس کا انھوں نے اضافہ کیا ہے یہ اشعار لکھے ہ

ہیں جو تیرے بندۂ خاص اے غنی — مولوی اشرف علی تھانوی
اُن کے صدقہ میں دعا مقبول کر — یہ مناجات التجا مقبول کر

دیکھئے! اپنے پیر کے توسّل سے دعا قبول کرا رہے ہیں۔ یہ ہے پیر کا وسیلہ۔

(۵) مولوی محمد قاسم صاحب بانیٔ مدرسہ دیوبند قصائد قاسمی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔

ترے بھروسہ پہ رکھتا ہے غرۂ طاعت — گناہِ قاسم برگشتہ بخت بد اطوار
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا — بنے گا کون ہمارا سوا ترے غمخوار

دیکھو مولوی محمد قاسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھروسہ رکھتے ہیں اس سے بڑھ کر وسیلہ کیا ہو سکتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

بُرا ہوں بد ہوں گنہگار ہوں پہ تیرا ہوں — ترا کہیں ہیں مجھے گو کہ ہوں میں ناہنجار

(۶) مولوی اسمٰعیل صاحب صراطِ مستقیم دوسری ہدایت میں صفحہ نمبر ۶۰ میں فرماتے ہیں۔ اور حضرتِ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے شیخین پر بھی ایک گونہ فضیلت حاصل ہے اور وہ فضیلت آپکے فرمانبرداروں کا زیادہ ہونا اور مقامات ولایت و قطبیت بلکہ قطبیت و غوثیت و ابدالیت اور انہیں جیسے باقی خدمات آپ کے زمانہ سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک آپ ہی کی وساطت سے ہوتے ہیں۔ اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں۔ اسی عبارت میں مولوی صاحب نے فرمایا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دنیا کی نعمتیں جیسے بادشاہت و امارت اور آخرت کی نعمتیں جیسے ولایت و غوثیت سب کو ملتی ہے۔

(۷) مولوی اشرف علی صاحب اپنی کتاب شیم الطیب ترجمہ شیم الحبیب میں حسب ذیل اشعار تحریر کرتے ہیں۔

دستگیری کیجئے میری نبی — کشمکش میں ہوں تم ہی میرے ولی
جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ — فوج کلفت مجھ پہ آ غالب ہوئی
ابن عبد اللہ زمانہ ہے خلاف — اے مرے مولیٰ خبر لیجئے مری

اسی کتاب میں مولوی صاحب مثنوی شریف کا یہ شعر بھی نقل فرماتے ہیں۔

نام احمد چوں حصارے شد حصین — پس چہ باشد ذات آں روح الامین!

جب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام مضبوط قلعہ ہے تو اس روح امین کی ذات مبارک کیسی ہوگی۔

(۸) شاہ ولی اللہ صاحب کشف قبور کے عمل میں تحریر فرماتے ہیں۔ بعدہٗ ہفت کرہ طواف کند ودراں تکبیر بخواند وآغاز از راست کند وبعدہٗ طرف پایاں رخسار نہد۔ اس کے بعد قبر کا سات چکر طواف کرے اور اس طواف میں تکبیر کہے۔ دائیں طرف سے شروع کرے بعد میں قبر کی پائیں اپنا رخسار رکھے۔ اس عبارت کو مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں نقل فرماکر اس عمل کے جائز ثابت کرنے کی کوشش کی۔

ان عبارات سے پتہ لگا کہ بزرگوں کی ذات تو بہت اعلیٰ ہے ان کا نام بلکہ ان کی قبروں کی مٹی بھی وسیلہ ہے۔

(۹) شاہ ولی اللہ صاحب القول الجمیل میں مرید کرنے کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ثُمَّ یَتْلُو الشَّیْخُ هَاتَیْنِ الْاٰیَتَیْنِ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ الخ یعنی پھر مرشد مرید کرتے وقت یہ دو آئتیں پڑھے۔ پہلی یہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ۔ اس کی اردو شرح میں مولوی خرم علی وہابی کہتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ پہلی آیت وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ میں وسیلہ سے مراد مرشد کی بیعت ہے آگے کہتے ہیں۔ کہ ممکن نہیں کہ وسیلہ سے ایمان مراد لیجئے اس واسطے کہ خطاب اہل ایمان سے ہے۔ چنانچہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اس پر دلالت کرتا ہے اور عمل صالح بھی مراد نہیں ہوسکتا کہ وہ اِتَّقُوا اللّٰهَ میں داخل ہے۔ اس واسطے کہ تقویٰ عبارت ہے۔ امتثال اوامر وا جتناب نواہی سے اسی واسطے کہ قاعدہ عطف کا مغایرت

بین المعطوف والمعطوف علیہ ہے اس عبارت میں صاف طور پر مان لیا کہ وَابْتَغُوا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ میں وسیلہ سے مراد نہ ایمان کا وسیلہ ہے نہ اعمال۔ بلکہ مرشد کا وسیلہ مراد ہے۔ ورنہ معطوف و معطوف علیہ کا فرق نہ ہوگا۔

(۱۰) مولوی محمود حسن صاحب دیوبندیوں کے شیخ الہند اپنے مرشد مولوی رشید احمد صاحب کے مرثیہ میں لکھتے ہیں۔ شعر

حوائج دین دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یا رب
گیا وہ قبلۂ حاجات روحانی و جسمانی

خدا اُن کا مُرَبّی وہ مربی تھے خلائق کے
مرے مولیٰ مرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی

مولوی صاحب اپنے مرشد کو جسمانی و روحانی حاجت روا اور انہیں خلقت کا مُربی مانتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر وسیلہ کیا ہو سکتا ہے۔

عقلی دلائل

عقل کا بھی تقاضا ہے کہ اللہ کے پیاروں کا وسیلہ پکڑنا جائز بلکہ ضروری ہے۔ حسب ذیل دلائل سے

(۱) رب تعالیٰ غنی ہے اور ہم سب فقیر۔ فرماتا ہے اَللّٰہُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اور وہ غنی ہمیں بغیر وسیلہ کوئی نعمت نہیں دیتا ماں باپ کے وسیلہ سے جسم دیتا ہے۔ اُستاد کے ذریعہ علم۔ پیر کے ذریعہ سے ایمان مالداروں کے ذریعہ سے مال فرشتہ کے ذریعہ سے شکل ملکوت الموت کے ذریعہ سے موت غرضکہ کوئی نعمت بغیر وسیلہ نہیں دیتا۔ تو ہم فقیر و محتاج ہو کر بغیر وسیلہ اس سے کیسے لے سکتے ہیں۔ وہ داتا اور غنی ہم منگتا اور فقیر اگر ہم نے بغیر وسیلہ اس سے لے لیا تو گویا اس سے بڑھ گئے۔

(۲) دنیا ادنیٰ اور تھوڑی ہے۔ آخرت اعلیٰ اور زیادہ ہے۔ فرماتا ہے قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ۔ اور فرماتا ہے وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی جب دنیا حقیر چیز بغیر وسیلہ نہیں ملتی۔ تو آخرت جو دنیا سے اعلیٰ ہے۔ بغیر وسیلہ کیونکر مل سکتی ہے اس لئے قرآن و ایمان دینے کے لئے پیغمبر کو مبعوث فرمایا۔

(۳) ہمارے اعمال کی مقبولیت مشکوک ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم و اولیاء اللہ کی مقبولیت یقینی ہے۔ جب مشکوک اعمال وسیلہ بن سکتے ہیں۔ تو یقینی مقبول بندے بدرجہ اولیٰ وسیلہ ہیں۔

(۴) اعمال وسیلہ ہیں رب سے ملنے کا اور اعمال کا وسیلہ انبیاء اولیاء علماء تو یہ حضرات وسیلہ کے وسیلہ ہوئے۔ اور وسیلہ کا وسیلہ بھی وسیلہ ہے لہٰذا یہ حضرات بھی وسیلہ ہیں۔

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تین سو سال تک خانہ کعبہ میں بُت رکھے تھے۔ حضور کے دستِ اقدس سے کعبہ پاک و صاف کیا گیا۔ تاکہ معلوم ہو کہ کعبہ معظمہ جو خدا کا گھر ہے وہ بھی بغیر وسیلہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پاک نہ ہو سکا تو تمہارے دل بغیر اس ذات کریم کے وسیلہ کے ہرگز پاک نہیں ہو سکتے۔

(۶) اسلام میں پہلے بیت المقدس قبلہ تھا۔ پھر حضور کی خواہش پر کعبہ معظمہ قبلہ بنا تاکہ معلوم ہو کہ وہ کعبہ جو ہزارہا عبادات کی صحت کا وسیلہ ہے وہ بغیر حضور کے وسیلہ کے قبلہ نہ بن سکا لہٰذا تمہارا کوئی کام بغیر وسیلہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مقبول نہیں ہو سکتا۔

(۷) رب فرماتا ہے وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔ سچوں کے ساتھ رہو اور سارے سچے اولیا علما وسیلہ کے قائل رہے لہٰذا وسیلہ کا ماننا ہی سچا راستہ ہے۔

(۸) شیطان نے ہزاروں برس بغیر وسیلہ والی عبادات کیں۔ مگر وسیلہ والا ایک سجدہ نہ کیا تو مردود ہو گیا۔ ملائکہ نے وسیلہ والا سجدہ کر کے محبوبیت پائی معلوم ہوا کہ وسیلہ والی عبادت تھوڑی بھی ہو تو بھی مقبول ہے۔

(۹) قیامت میں سب سے پہلے تلاش وسیلہ ہو گی پھر دوسرے کام یعنی بغیر حضور کی شفاعت کے رب تعالیٰ کوئی کام شروع بھی نہ فرمائے گا۔ تاکہ معلوم ہو کہ آخرت میں ہماری عبادتیں ختم ہو جائیں گی مگر وسیلہ پکڑنا وہاں بھی باقی ہے۔

(۱۰) اگر بغیر وسیلہ عبادات درست ہوتیں تو کلمہ طیبہ میں لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کے بعد مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ نہ ہوتا۔ معلوم ہوا کہ توحید بھی وہ ہی معتبر ہے جو حضور کے وسیلہ سے مانی جاوے عقلی توحید کا اعتبار نہیں کلمہ طیبہ کے پہلے جز میں توحید ہے اور دوسرے جز میں وسیلۂ توحید۔

(۱۱) نماز التحیات اور درود شریف سے مکمل ہوتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضور کے نام کے وسیلہ بغیر نماز بھی نہیں ہوتی جو اصل عبادت ہے۔

(۱۲) قبر میں مردہ سے تین سوال ہوتے ہیں۔ پہلا توحید کا دوسرا دین کا مگر ان دونوں سوالوں کا جواب درست دینے پر بھی بندہ کامیاب نہیں ہوتا اور جنت کی کھڑکی نہیں کھلتی سوال تیسرا یہ ہوتا ہے کہ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ حَقِّ هٰذَا الرَّجُلِ اس کالی زلفوں والے ہرے گنبد والے محبوب کو تو کیا کہتا تھا دیکھ یہ تیرے سامنے جلوہ گر ہیں بندہ جواب دیتا ہے کہ یہ میرے رسول میرے نبی ہیں میں ان کا امتی ہوں۔ ؂

نکیرو پہچانتا ہوں ان کو یہ میرے مولیٰ یہ میرے داتا ہیں
مگر تم ان سے تو اتنا پوچھو یہ مجھ کو اپنا بتا رہے ہیں

تب بندہ پاس ہوتا ہے اور آواز آتی ہے صَدَقَ عَبْدِیْ فَافْتَحُوْا لَہٗ بَابًا مِّنَ الْجَنَّۃِ میرا بندہ سچا ہے اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دو معلوم ہوا کہ بغیر وسیلہ کے قبر میں کامیابی بھی نہیں ہوتی وہاں اعمال کا ذکر نہیں ہوتا۔ اعمال کا ذکر تو قیامت میں ہوگا۔

(۱۳) دنیا آخرت کا نمونہ ہے کہ یہاں کے حالات دیکھ کر وہاں کا پتہ لگاؤ کہ ایسے ہی وہاں ہوگا اس لئے قرآن کریم میں دنیا کے حالات سے آخرت پر استدلال کیا گیا ہے دنیا میں اصل فیض دینے والا ایک ہوتا ہے اور اس سے پہلا فیض لینے والا بھی ایک ہی ہوتا ہے پھر وسیلہ کے ذریعہ فیض اوروں تک پہونچتا ہے۔ بادشاہ ایک اُس کا وزیر اعظم ایک پھر حکام کے ذریعہ اُس کے احکام رعایا تک پہنچتے ہیں۔ سورج ایک اُس کا وزیر اعظم چاند بھی ایک پھر اُس سے فیض لینے والے تارے بہت درخت کی جڑ ایک اور اُس کا تنہ ایک پھر گدّھے چند اور شاخیں سینکڑوں اور پتے ہزاروں ان ہزار پتوں میں جڑ کا فیض گدّھوں شاخوں کے وسیلہ سے پہنچتا ہے۔ انسان کا دل جو گویا جسم کا بادشاہ ہے وہ ایک اس دل کا وزیر اعظم جگر ایک پھر بہت سی رگیں وسیلہ کے طور پر جسم میں پھیلی ہوئی ہیں جس سے جسم کا ہر حصہ دل کا فیض لیتا ہے۔ اسی طرح رب تعالیٰ شہنشاہ اعلیٰ ایک اور محبوب اعظم حضور مصطفےٰ بھی ایک جو رب سے فیض لیتے ہیں۔ پھر اولیاء علماء وسیلہ کی طرح عالم میں پھیلے ہوئے ہیں جن کے ذریعہ رب کا فیض عالم کے ذرہ ذرہ میں پھیل رہا ہے ان وسائل کو چھوڑنے والا رب کا فیض حاصل نہیں کر سکتا ہے۔

(۱۴) جب کمزور قوی سے فیض لینا چاہے تو درمیان میں ایسے وسیلے کی ضرورت ہوتی ہے جو قوی سے فیض لینے اور کمزوروں کو فیض دینے پر قادر ہو اگر روئی کو گرم کرنا ہے تو درمیان میں توے کی ضرورت ہے اور سورج کو دیکھنا ہے تو بیچ میں اُس ٹھنڈے شیشے کی ضرورت ہے جو سورج کی شعاعوں کو ٹھنڈا کر کے آنکھ کے دیکھنے کے قابل بنادے۔ اللہ تعالےٰ قوی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ اور تمام بندے ضعیف خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا ناممکن تھا کہ بندہ بلا واسطہ رب سے فیض لے لیتا۔ روئی نار سے بلا واسطہ فیض لینے سے مجبور ہے۔ تو ہم کمزور نور مطلق سے فیض لینے سے معذور ہیں، اسی لئے خالق ومخلوق رب ومربوب کے درمیان ایک ایسے برزخ کبریٰ کی ضرورت تھی جو رب سے فیض لینے اور مخلوق کو فیض دینے پر قادر ہو۔ اُدھر رب اعلان کرے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی نبی کا کلام رب کا فرمان ہوتا ہے اِدھر وہ برزخ کبریٰ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کہہ کر بندوں کو اپنی طرف مائل فرمادے کہ اے لوگو گھبراؤ

نہیں۔ میں تم جیسا ہی بشر ہوں۔ فرشتہ یا جن وغیرہ کی جنس سے نہیں ہوں۔ اسی وسیلہ عظمیٰ کا نام محمد مصطفےٰ ہے صلی اللہ علیہ وسلم ؎

اُدھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل   خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

(۱۵) اگر اللہ کے بندوں کا وسیلہ پکڑنا بُرا ہے تو نماز جنازہ بھی منع ہونی چاہیئے کیونکہ بالغ مُردہ کے لیئے ہم وسیلہ بنکر دُعا کرتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا اور نابالغ مُردہ کو ہم اپنا وسیلہ بناتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا:۔ خدایا اس بچہ کو قیامت میں ہمارا پیش رو بنا کہ ہمیں جنت میں لے جائے اور ہمارے لیئے ثواب کا وسیلہ اور نیکی کا ذخیرہ بنا اور اُسے ہمارا سفارشی بنا نماز جنازہ وسیلہ پر ہی قائم ہے۔

(۱۶) مسجد نبوی شریف میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار ہے۔ کیوں؟ کیا دوسری مسجد خدا کا گھر نہیں ہیں صرف اس لیئے یہ ثواب بڑھا کہ اس میں حضور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہے ہیں اسی طرح مسجد بیت المقدس میں کئی ہزار پیغمبر جلوہ گر ہیں کعبہ میں بھی ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ اس لیئے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام پیدائش ہے اور وہاں بیت اللہ چاہ زمزم اور مقام ابراہیم ہے اُن کے وسیلہ سے ثواب زیادہ ہوگیا۔ وسیلہ والی عبادت کا درجہ زیادہ ہے۔

(۱۷) اور مسجدوں میں پہلی صف کا درجہ زیادہ مگر مسجد نبوی شریف میں تیسری صف کا ثواب بڑھکر اور مسجدوں میں صف کا داہنا حصّہ افضل مگر مسجد نبوی شریف میں صف کا بایاں حصّہ افضل کیوں اس لیئے کہ تیسری صف روضۂ شریف سے قریب ہے اور روضۂ پاک مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے بائیں طرف ہے جیسے جسم میں دل اب بائیں طرف کھڑے ہونے میں روضۂ پاک سے زیادہ قرب ہوگا۔ اور جتنا قرب زیادہ اتنا ثواب زیادہ معلوم ہوا کہ حضور کی ذات مقبولیت کا وسیلہ عظمیٰ ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱۸) بزرگوں کا وسیلہ اور نبی کا علم غیب یہ ایسے مسائل ہیں جن کے مسلمان تو کیا کفار منافقین بلکہ جانور بھی قائل تھے۔ دیکھو فرعون پر جب عذاب آتا تھا تو موسیٰ علیہ السلام سے دعا کراتا تھا۔ ابوجہل وغیرہ کفار قحط و دیگر مصیبتوں حضور کے پاس دعا کے لیئے آتے تھے قرآن کریم فرماتا ہے وَقَالُوْا یٰٓاَیُّهَا السَّاحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یَكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ فرعون نے ڈوبتے وقت کہا اٰمَنْتُ بِرَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ جانور مصیبت میں حضور کے پاس فریاد لاتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے۔ کہ فریاد رس یہی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(۱۹) اگرچہ ریل ساری لائن سے گزرتی ہے۔ مگر ملتی اسٹیشن پر ہی ہے ایسے ہی رب کی رحمت کے سٹیشن انبیاء کرام اور اولیاء عظام ہیں۔ اس لئے اُن کے پاس جاؤ رب فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ یہی وسیلہ ہے۔

(۲۰) بادشاہ کی خاطر عمدہ جگہ اعلیٰ ہوا اور دیگر تکلفات کا انتظام ہوتا ہے۔ جو بادشاہ کے پاس آکر بیٹھ جاوے وہ بھی ان چیزوں سے فائدہ اٹھالیتا ہے ایسے ہی جہاں اللہ کے پیارے ہوتے ہیں وہاں رب کی رحمت کے پنکھے چلتے ہوتے ہیں۔ جو ان کی بارگاہ میں اخلاص سے حاضر ہو جاوے۔ وہ بھی اس سے فائدہ اُٹھالیتا ہے یہی وسیلہ ہے۔ اسی لئے بزرگوں کے مزارات کے پاس گنہگار اپنی قبریں بنواتے ہیں۔ مسجدیں تیار کراتے ہیں۔ وہاں عبادات کرتے ہیں تاکہ اُن کے طفیل بخشش ہو اور نماز زیادہ قبول ہو۔

(۲۱) اگر معمولی کام کا تعلق پیغمبر سے ہو جاوے تو اچھا بن جاتا ہے۔ اور اگر اچھے کام کا تعلق پیغمبر سے نہ ہو تو برا ہو جاتا ہے نفس اور نام کے لئے لڑنا فساد کہلاتا ہے اور حضور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے لئے لڑنا جہاد ہے۔ فساد گناہ اور جہاد اعلیٰ عبادت ہے۔ قابیل اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے قریباً ایک قسم کا قصور ہوا لیکن قابیل کے قصور کی بنا عورت کی محبت تھی اور ان کے قصور کی بنا نبی کی محبت پر یہ چاہتے تھے کہ یوسف علیہ السلام کو علیحدہ کرادو تو یعقوب علیہ السلام ہم سے محبت کریں گے۔ لہذا نتیجہ میں یہ فرق ہوا کہ قابیل تو مردود رہا۔ اور یہ لوگ محبوب بن گئے کہ انھیں تاروں کی شکل میں یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا معلوم ہوا کہ وسیلہ پیغمبر اعلیٰ چیز ہے۔

دوسرا باب وسیلہ اولیاء اللہ پر اعتراضات وجوابات

ساری اُمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتفاق رہا کہ اللہ کے پیاروں کا وسیلہ پکڑا جاوے جیسے پہلے باب میں گزر چکا۔ مگر اب آخر زمانہ میں۔ ایک ملحد ابن تیمیہ اور اُس کے شاگرد ابن قیم نے وسیلہ اولیاء کا انکار کیا علماء دین نے ابن تیمیہ کو گمراہ اور گمراہ کن فرمایا ہے۔ موجودہ زمانہ کے وہابی دیوبندی ابن تیمیہ کی پیروی میں وسیلہ کے منکر ہو گئے اب چونکہ اسی مسئلہ پر زیادہ زور ہے اس لیے ہم اس باب میں اُن کے تمام اُن دلائل کا جواب دیتے ہیں جو اب تک وہ پیش کر سکے ہیں بلکہ عام وہابی دیوبندیوں کو یہ اعتراضات معلوم ہی نہیں ہوتے جو ہم اُنکی وکالت میں بنا کر جواب دیتے

ہیں۔ رب تعالیٰ قبول فرمائے امین۔ بعض دیوبندی تو وسیلہ اولیا کے مطلقاً منکر ہیں اور بعض وفات یافتہ بزرگوں کی وسیلہ ہونے کے منکر ہیں اور زندہ ولیوں کے وسیلہ کے قائل ہیں ہم دونوں کے دلائل اور جواب عرض کرتے ہیں۔

(۱) ربّ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ۔ تمہارا مددگار خدا کے سوا کوئی نہیں معلوم ہوا کہ ربّ تعالیٰ مددگار ہے اور کسی کو وسیلہ ماننا ایک طرح کا مددگار ماننا ہے یہ شرک ہے

جواب۔ اس کے تین جواب ہیں۔ ایک یہ کہ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سے مراد ہے خدا کے مقابل ہوکر یعنی اگر رب تمہیں عذاب دینا چاہے تو کوئی خدا کے مقابل اُس کے عذاب سے نہیں بچا سکتا لہٰذا ولی اللہ کا وسیلہ درست ہے اور ولی مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کا وسیلہ درست نہیں۔ رب فرماتا ہے وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اگر رب تعالیٰ ہی تمہیں رسوا کرنا چاہے تو تمہاری مدد کون کرسکتا ہے مسلمانوں کو رب پر ہی توکل کرنا چاہیئے۔ یہ آیت تمہاری پیش کردہ آیت کی تفسیر ہے دوسرے یہ کہ یہاں مدد سے مستقل مدد مراد ہے یعنی مستقل مدد رب تعالیٰ ہی کی ہے باقی وسیلوں کی مدد وہ رب تعالیٰ کے اذن اور اس کی اجازت سے ہے تیسرے یہ کہ اس سے مراد ہے کہ اگر تم کفر اختیار کرو تو تمہارا مددگار کوئی نہیں۔ رب فرماتا ہے وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ظالم یعنی کافروں کا مددگار کوئی نہیں۔ اگر یہ مطلب نہ کیئے جاویں تو بتاؤ اس آیت کے کیا معنیٰ ہونگے اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ۔ اے مسلمانوں تمہارے مددگار اللہ اور رسول اور وہ مسلمان ہیں جو نماز پڑھتے ہیں۔ اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ یہاں تین ذاتوں کو ولی فرمایا گیا نیز فرماتا ہے وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ مسلمان مرد و عورت بعض بعض کے مددگار ہیں۔ ان میں ماسوا اللہ کی مدد کا ثبوت ہے اور تمہاری پیش کردہ آیت اس کی نفی ہے تو ایسے معنیٰ کرو جس سے تعارض نہ پیدا ہو

(۲) رب تعالیٰ کفار کا کفر یہ بیان فرماتا ہے مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى۔ ہم نہیں پوجتے ان کو مگر اس لیئے کہ ہمیں رب تعالیٰ سے قریب کردیں۔ معلوم ہوا کہ کفار بتوں کو خدا نہیں مانتے تھے بلکہ خدا رسی کا وسیلہ سمجھتے تھے جسے شرک کہا گیا۔ لہٰذا کسی کو وسیلہ سمجھنا شرک ہے

جواب:۔ اس کے بھی دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ وسیلہ ماننے کو رب نے کفر نہیں فرمایا بلکہ انہیں پوجنے کو شرک کہا فرمایا مَا نَعْبُدُهُمْ ہم اس لیئے انھیں پوجتے ہیں۔ کسی کو پوجنا واقعی شرک ہے۔ اگر کوئی عیسیٰ علیہ السلام یا کسی ولی کی عبادت کرے وہ مشرک ہے۔ الحمد للہ مسلمان

کسی وسیلہ کی پوجا نہیں کرتا۔ دوسرے یہ کہ مشرکین نے بتوں کو وسیلہ بنایا جو خدا کے دشمن ہیں مسلمان اللہ کے پیاروں کو وسیلہ سمجھتا ہے وہ کفر ہے اور یہ ایمان دیکھو مشرک گنگا کا پانی لاتا ہے تو مشرک ہے اور مسلمان آبِ زمزم لاتے ہیں۔ وہ مومن ہیں۔ کیونکہ مشرک گنگا جل کی اس لیے تعظیم کرتا ہے کہ یہ سیتاجی کا موت ہے اور سیتا بت ہے۔ بت کی تعظیم کفر ہے۔ مسلمان اس لیے آبِ زمزم کی تعظیم کرتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے یہ اسمٰعیل علیہ السلام کی ایڑی شریف سے پیدا ہوا ہے۔ اور اسمٰعیل علیہ السلام پیغمبر ہیں پیغمبر کی تعظیم ایمان ہے۔ اسی طرح مشرک ایک پتھر کے آگے سر جھکاتا ہے وہ مشرک ہے۔ آپ بھی کعبہ کے سامنے سجدہ کرتے ہیں۔ بلکہ مقامِ ابراہیم کو سامنے لے کر حج میں نماز پڑھتے ہیں آپ مومن ہیں کیوں اس لیے کہ کافر کے پتھر کو بت سے نسبت ہے اسی لیے وہ اس تعظیم سے کافر ہوئے اور ان چیزوں کو نبیوں سے نسبت ہے ان کی تعظیم عین ایمان ہے۔ دیوالی کی تعظیم شرک ہے مگر رمضان اور محرم کی تعظیم ایمان ہے تفسیر روح البیان شریف میں سورۂ احقاف میں اِتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً کی تفسیر میں فرمایا کہ وسیلہ دو قسم کے ہیں وسیلہ ہُدیٰ۔ وسیلہ ہویٰ یعنی ہدایت کا وسیلہ اور گمراہی کا وسیلہ نبی، ولی، الہام، وحی ہدایت کا وسیلہ ہیں۔ اور بت شیطان وسوسے گمراہی کے وسیلے ہیں۔ پہلے وسیلہ کو اختیار کرنا کفر ہے وہ ہی اس آیت میں مراد ہے۔

(۳) رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ برابر ہے کہ آپ ان کے لیے دعا مغفرت کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ انہیں نہ بخشے گا۔ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مغفرت کا وسیلہ نہیں جب ان کی دعا کا وسیلہ نہیں تو دیگر اولیاء کا ذکر ہی کیا ہے۔ یہ اعتراض گجرات کے جاہل دیوبندی وہابیوں کا ہے۔

جواب۔ یہ آیت ان منافقین کے حق میں اتری ہے جو حضور کے وسیلہ کے منکر تھے اور دیوبندیوں کی طرح براہِ راست رب تک پہنچنا چاہتے تھے۔ اسی آیت سے پہلے یہ ہے۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ جب ان منافقوں سے کہا جاتا کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لیے دعا مغفرت کریں تو آپ سے منہ موڑ لیتے ہیں اور غرور کرتے ہوئے حاضری بارگاہ سے رک جاتے ہیں پھر فرمایا کہ اے محبوب جو آپ سے بے نیاز ہوں اور آپ اپنی رحمت سے ان کے لیے دعا مغفرت کر بھی دیں۔ ہم تو انہیں نہ بخشیں گے۔ کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی تمہارے وسیلہ بغیر جنت میں جائے

اس آیت سے تو وسیلہ کا ثبوت ہے نہ کہ نفی یہ ہی قرآن مسلمانوں کے متعلق فرماتا ہے وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ مسلمانوں کو دعا دو۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا بیکار ہو تو اس کا حکم کیوں دیا گیا۔ جناب بات یہ ہے ؎

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست　　در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

بارش ہے تو فائدہ مند مگر بدقسمت شورہ زمین اس سے فائدہ حاصل نہیں کرتی اس میں اس زمین کا اپنا قصور ہے نہ کہ بارش کا۔

(۴) رب تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ یعنی اُن میں سے کسی کی آپ نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہوں۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن ابی کی نعش کو اپنی قمیص پہنائی اور اس کے منہ میں اپنا لعاب ڈالا اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ تب یہ آیت اتری جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کاموں سے منع فرما دیا گیا۔ دیکھو حضور کی دعا نماز جنازہ۔ قمیص پہنانا منہ میں لعاب ڈالنا سب بیکار گیا کچھ فائدہ مند نہ ہوا۔ کیونکہ اس کے اعمال خراب تھے۔ معلوم ہوا کہ وسیلہ کوئی چیز نہیں

جواب۔ اس کا جواب اسی آیت میں موجود ہے رب فرماتا ہے إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ انھوں نے اللہ رسول کا انکار کیا اور کفر پر مر گئے۔ معلوم ہوا کہ چونکہ وہ زندگی میں منافق تھا اور موت کفر پر ہوئی اس لیئے اس کے لیئے کوئی وسیلہ مفید نہ ہوا وسیلے مومنوں کے لیئے ہیں۔ کافروں کے لیئے نہیں۔ اعلیٰ دوائیں بیماروں کے لیئے مفید ہیں مردہ کو نہیں۔ اور گنہگار مومن گویا بیمار ہے اور کافر و منافق مردہ ہے۔

(۵) رب قیامت کے بارے میں فرماتا ہے يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ کہیں فرماتا ہے فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ یعنی اس دن نہ تجارت ہوگی نہ دوستی کام آوے گی نہ کسی کی سفارش معلوم ہوا کہ قیامت میں سارے وسیلے ختم ہو جاویں گے۔

جواب:۔ یہ سب آیتیں کافروں کے لیئے ہیں مسلمانوں سے انکا کوئی تعلق نہیں۔ اس لیئے آگے رب فرماتا ہے۔ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ مسلمانوں کے لیئے رب فرماتا ہے۔ الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ اس دن سارے دوست دشمن بن جاوینگے سوا پرہیزگاروں کے کفار کی آیت مومن پر پڑھنا بے دینی ہے۔ نیز فرماتا ہے۔ يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ اس دن مال و اولاد کام نہ آوے گی سوا اس

کے جو رب کے پاس سلامت دل لے کر آوے معلوم ہوا کہ مومن کی مال و اولاد قیامت میں کام آوینگے
(۶) رب فرماتا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا
فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور
اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ فلاں جنت پاؤ اس میں وسیلہ سے مراد اعمال کا وسیلہ ہے نہ کہ
بزرگوں کا کیونکہ جن بزرگوں کو وسیلہ بناتے ہو وہ خود اعمال کرتے تھے۔

جواب :- اس کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ اعمال تو اتقوا اللہ میں آچکے تھے اگر
وسیلہ سے بھی مراد اعمال ہوں تو آئتہ میں تکرار بے کار ہوگی لہٰذا یہاں وسیلہ سے مراد بزرگوں کا
وسیلہ ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر اعمال کا وسیلہ مراد ہے تو مسلمانوں کے بچے، دیوانہ مسلمان۔
اور وہ نومسلم جو مسلمان ہوتے ہی مرگیا اس کے پاس اعمال نہیں وہ کس کا وسیلہ پکڑیں تیسرے
اگر اعمال کا وسیلہ مراد ہے تو شیطان کے پاس اعمال بے شمار تھے۔ وہ اس کے لیئے وسیلہ کیوں
نہ بنے۔ چوتھے یہ کہ اگر اعمال ہی مراد ہوں تو اعمال بھی نبی و ولی کے وسیلہ سے حاصل ہوتے ہیں
تو وہ حضرات اعمال کے وسیلہ ہوئے اور وسیلہ کا وسیلہ خود وسیلہ ہوتا ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ
ہمارے اعمال بزرگوں کی نقل ہیں حاجی میں کنکر مارنا اسمٰعیل علیہ السلام کی نقل ہے۔ صفا مروہ کے
درمیان دوڑنا حضرت ہاجرہ کی نقل ہے۔ قربانی کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نقل طواف میں
اکڑ کر چلنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل ہے اِس لیئے ان پر ثواب ملتا ہے۔ کہ یہ اچھوں کی نقل ہے
اس کی نہایت نفیس تحقیق ہماری کتاب "شان حبیب الرحمٰن" میں دیکھو۔ جس میں بیان کیا گیا ہے
کہ روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ، کلمہ غرضکہ ہر عبادت کسی کی نقل ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ
جنت خالی رہ جائے گی تو ایک جماعت جنت بھرنے کے لیئے پیدا کی جاوے گی بتاؤ اس جماعت
نے کون سے اعمال کئے تھے۔

نوٹ ضروری :- جنت کا داخلہ تین طرح ہوگا۔ کسبی۔ وہبی۔ عطائی۔ کسبی وہ جس میں
جنتی کے عمل کو دخل ہو جن کے بارے میں فرمایا گیا جَزَآءً بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ جنت وہبی وہ جو
کسی بندہ کے طفیل سے ملے۔ اپنے عمل کو کوئی دخل نہ ہو۔ جیسے مسلمانوں کے نابالغ بچے اور دیوانہ
مسلمان کہ یہ جنتی ہیں۔ مگر بغیر اعمال جن کے بارے میں فرمایا گیا۔ وَاَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ بِاِیْمَانٍ
جنت عطائی وہ جو محض اللہ کے فضل سے ملے کسی اور شی کو دخل نہ ہو جیسے جنت بھرنے
کے لیئے جو مخلوق پیدا ہوگی یا جو بغیر شفاعت جنت میں جائیں گے۔ جنہیں جہنمیں کہا جاویگا۔

جن کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ رب تعالیٰ اپنا ایک قدرت کا لپ جہنمی لوگوں سے بھر کر جنت میں داخل کرے گا۔ یہ وہ لوگ ہونگے جن کا ایمان شرعی نہ تھا مگر وسیلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کو درکار ہے۔ غرضکہ بغیر اعمال جنت مل سکتی ہے۔ مگر بغیر وسیلہ جنت ہرگز ہرگز نہیں مل سکتی۔

(۷) قرآن کریم فرماتا ہے کہ نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کی شفاعت فرمائی تو آپ سے فرمایا گیا یَا نُوحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ اے نوح یہ آپ کا گھر والا نہیں۔ اس کے اعمال خراب ہیں۔ معلوم ہوا کہ عمل خراب ہونے پر نبی، ولی وسیلہ نہیں۔

جواب :۔ جی ہاں اس کنعان کا عمل خراب یہ تھا کہ وہ نبی کے وسیلہ کا منکر تھا اور طوفان آنے پر وہ آپ کے دامن میں نہ آیا نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ یَا بُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِیْنَ ہمارے ساتھ سوار ہو جا کافروں کے ساتھ نہ رہ اس نے جواب دیا۔ قَالَ سَاٰوِیْ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ میں پہاڑ کی پناہ لے لوں گا۔ وہ مجھے پانی سے بچالے گا۔ اس لیے غرق ہو گیا۔ اب بھی جو نبیوں کے وسیلہ کا منکر ہے وہ اس سے عبرت پکڑے اس آیت میں تو وسیلہ کا ثبوت ہے نہ کہ انکار اگر نوح علیہ السلام کا وسیلہ قبول کر لیتا تو ہرگز غرق نہ ہوتا۔

(۸) ابراہیم علیہ السلام نے لوط علیہ السلام کی قوم کے لئے دعا کرنا چاہی تو فرما دیا گیا یَا اِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ وَاِنَّهُمْ اٰتِیْهِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ اے ابراہیم ان کے لیے دعا نہ کرو ان پر عذاب آکر ہی رہے گا۔ دیکھو پیغمبر کی دعا غیر مقبول ہوئی۔

جواب :۔ قوم لوط کافر تھی اور کفار کے لیے کوئی وسیلہ مفید نہیں۔ کیونکہ وہ نبی کے وسیلہ کے منکر ہوتے ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ناراض ہو کر سامری سے فرمادیا۔ اِذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِی الْحَیٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ خبیث تجھے اپنی زندگی میں یہ نوبت پہنچ جاویگی کہ تو لوگوں سے کہتا پھریگا کہ مجھے کوئی نہ چھونا اس کلیم اللہ صلوات اللہ علیہ وسلامہ کے منہ کی یہ نکلی ہوئی بات ایسی درست ہوئی کہ اس کے جسم میں یہ تاثیر ہو گئی کہ جو اس سے چھو جاتا اسے بھی بخار آجاتا اور خود سامری کو بھی۔ ان خدا کے پیاروں کی زبان کا یہ عالم ہے۔

نوٹ ضروری :۔ انبیاء کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے ہاں انکی وہ دعائیں جس کے خلاف رب کا فیصلہ ہو چکا ہو اور قلم چل چکا ہو اگر پیغمبر ایسی دعا کریں تو انہیں سمجھا کر دعا سے روک دیا جاتا ہے اس روکنے میں ان کی انتہائی عظمت کا اظہار ہوتا ہے یعنی اے پیارے یہ کام ہو نہیں سکتا کیونکہ ناممکن ہو چکا اور ہمیں یہ منظور نہیں کہ تمہاری زبان خالی جاوے لہٰذا تم اس بارے میں دعا ہی نہ کرو

سبحان اللہ معترض نے جو دعائیں پیش کیں وہ اسی قسم کی ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ ان دعاؤں کا پیغمبر کو ثواب مل جاتا ہے کیونکہ دعا مانگنا بھی عبادت ہے اگرچہ قبول نہ ہو اس لیئے رب نے فرمایا۔ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ آپ کا دعا کرنا یا نہ کرنا ان منافقوں کے لیئے برابر ہے کہ انکی مغفرت نہیں ہوسکتی آپ کو ضرور ثواب مل جائیگا یہاں علیہم فرمایا علیک نہ فرمایا

(۹) مشکوٰۃ شریف باب الانذار میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا لَا اُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اے فاطمہ میں اللہ کے عذاب کو تم سے دفع نہیں کرسکتا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دختر کے لیئے وسیلہ نہیں تو ہمارے لیئے کیونکر وسیلہ ہوسکتے ہیں۔ اور جب حضور ہی وسیلہ نہ ہوئے تو دوسرے ولیوں کا ذکر ہی کیا۔

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ میں رب کے مقابل ہو کر تم سے رب کے عذاب کو دفع نہیں کرسکتا یعنی اگر رب عذاب دینا چاہے تو کون ہے جو دفع کرسکے وسیلہ تو رب کے اذن سے ہوتا ہے نہ اس کے مقابل دوسرے یہ کہ اے فاطمہ اگر تم نے ایمان قبول نہ کیا تو ہم تم سے عذاب دفع نہیں کرسکتے یعنی وسیلے مومنین کے لیئے ہوتے ہیں کافروں کے لیئے نہیں نوح علیہ السلام کا بیٹا نبی زادہ ہونے کے باوجود ہلاک ہوگیا کفر کی وجہ سے۔ اگر یہ جواب نہ مانا جاوے تو یہ حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہوجائے گی اور دیگر احادیث کے بھی۔ رب فرماتا ہے اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ الخ تمہارے مددگار اللہ رسول اور مسلمان ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ كُلُّ نَسَبٍ وَّسَبَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا نَسَبِيْ وَسَبَبِيْ قیامت میں سارے ذریعے اور رشتے ٹوٹ جائینگے سوا میرے ذریعہ اور رشتے کے (شامی باب غسل المیت) فرماتے ہیں۔ شَفَاعَتِيْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِيْ۔ میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کے لیئے بھی ہوگی۔ کیسے ہوسکتا ہے کہ گناہ کبیرہ والے حضور کے طفیل بخشے جاویں اور خود لخت جگر نور نظر کچھ فائدہ حاصل نہ کرسکیں (شامی)

نوٹ ضروری:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل بعض فوائد کفار بھی حاصل کرلیتے ہیں جیسے دنیا میں قہر الہی سے امن اور قیامت کے دن میدان محشر سے نجات اور حساب کا شروع ہونا۔ اس لحاظ سے حضور کا لقب ہے رحمۃ للعالمین اور بعض فوائد وہ ہیں۔ جو صرف مسلمانوں کو پہنچتے ہیں کفار کو نہیں۔ جیسے حضور کے طفیل مغفرت گناہوں کی معافی اس لحاظ سے فرمایا گیا وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ یعنی یہ نبی صرف مسلمانوں پر رحیم ہیں بعض فوائد وہ ہیں جو صرف متقیوں کو پہنچتے ہیں۔ گنہگاروں کو نہیں۔ جیسے درجے بلند کرانا اس معنی کے لحاظ سے حضور نے فرمایا کہ سنت کو چھوڑنے

میری شفاعت سے محروم ہے۔ یعنی بلندی درجات کی شفاعت۔ بعض فوائد وہ ہیں جو صرف گنہگاروں کو پہنچیں گے نیک کاروں کو نہیں جیسے گناہوں کی معافی کیونکہ نیک کاروں کے پاس گناہ ہوتے ہی نہیں اُن مسلمانوں کو محفوظ کہا جاتا ہے، انبیاء گناہوں سے معصوم ہیں یعنی گناہ کر سکتے نہیں اور خاص اولیاء گناہوں سے محفوظ یعنی وہ گناہ کرتے نہیں مولانا فرماتے ہیں ۔

لوح محفوظ است پیش اولیاء ۔۔۔۔ از چہ محفوظ اند محفوظ از خطاء

ان کے لیئے معافی گناہ کی شفاعت نہیں۔ ان کے لحاظ سے فرمایا گیا شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ تمہاری پیش کردہ حدیث میں دوسری قسم کے فوائد مراد ہیں بشرطیکہ ایمان قبول نہ کیا جائے۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہاں فاطمہ زہرہ کو فرمایا گیا ہے اور دوسروں کو سنایا گیا ہے، ورنہ حضور کی طفیل ابولہب کا عذاب ہلکا ہوا۔ ابوطالب دوزخ میں جانے سے بچ گئے۔

(۱۰) بخاری شریف کتاب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، قحط کے موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش مانگتے تھے اور عرض کرتے تھے۔ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَیُسْقَوْنَ۔ الٰہی ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے بارش مانگتے تھے تو بارش بھیجتا تھا اور اب اُن کے چچا کے وسیلہ سے بارش مانگ رہے ہیں بارش بھیج پس بارش آتی تھی۔ معلوم ہوا کہ وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا منع ہے زندوں کا وسیلہ جائز دیکھو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ پکڑا۔ حضور کا وسیلہ چھوڑ دیا۔ یہ اُن نئے دیوبندی وہابیوں کا اعتراض ہے جو زندہ بزرگوں کے وسیلہ کے قائل ہیں۔ وفات یافتہ کے وسیلہ کے منکر ہیں۔

جواب:- اس کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ اگر وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا منع ہے۔ تو چاہیئے تھا کہ حضور کی وفات کے بعد کلمہ شریف میں سے حضور کا نام شریف علیحدہ کر دیا جاتا۔ صرف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ رکھا جاتا التحیات میں حضور کو سلام بند کر دیا جاتا۔ درود شریف ختم کر دیا جاتا۔ کیونکہ یہ سب حضور کے وسیلے ہی تو ہیں حالانکہ یہ سارے کام باقی رکھے گئے معلوم ہوا کہ وسیلہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفات بھی ویسے ہی ہے ہم پہلے باب میں ثابت کر چکے کہ حضور کے بعد صحابہ کرام نے حضور کے بال شریف اور لباس شریف دھو کر بیماروں کو پلائے اور حضرت عائشہ صدیقہ نے بارش کے لئے روضہ پاک کی چھت کھلوا دی۔ قبر شریف کھول دی اور بارش آئی۔ قرآن فرما رہا ہے کہ حضور سے پہلے والی

امتیں حضور کے نام کے وسیلے سے دعائیں مانگتے تھے۔ وَكَانُوا يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا۔ قرآن فرمارہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد اُن کے نعلین شریف ٹوپی شریف کے طفیل فتح حاصل کی جاتی تھی۔ فِيهِ بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۝ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے بعد مسلمانوں کی مدد فرمائی کہ پچاس نمازوں کی پانچ کرا دیں بتاؤ یہ وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ ہے کہ نہیں۔ نیز جب حضور کی پیدائش سے پہلے اُن کے نام کے وسیلے سے دعائیں قبول ہوتی تھیں تو اب کیا اُن کے نام شریف کی تاثیر بدل گئی۔ ہرگز نہیں۔

دوسرا تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فرمان یہ بتا رہا ہے کہ حضور کے صدقہ سے اُن کے اولیاء کا وسیلہ بھی جائز ہے یعنی وسیلہ نبی سے خاص نہیں۔ حضرت عباس نبی نہ تھے ولی تھے نیز یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہو جاوے اُس کا وسیلہ بھی جائز ہے۔ کیونکہ وہ فرماتا ہیں وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا اپنے نبی کے چچا کے وسیلہ سے بارش مانگتے ہیں۔ اسی حدیث کی شرح میں امام قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں:۔ لِيُتَوَسَّلَ بِهِ لِلرَّحِمِ الَّتِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ یعنی حضرت عباس کے وسیلہ سے اس لئے دعا کی کہ آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قربت تھی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اسی حدیث سے وسیلہ اولیاء ثابت کیا چنانچہ وہ شرح حصن حصین میں آداب الدعا وسیلہ اولیاء کے تحت فرماتے ہیں۔

قصہ استسقاء عمر ابن الخطاب بعباس ابن عبد المطلب ازیں باب است۔

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش مانگنا اُسی وسیلۂ اولیاء سے ہے۔ اسی حصن حصین کی شرح میں اسی مقام پر ملا علی قاری فرماتے ہیں وَهُوَ مِنَ الْمَنْدُوْبَاتِ فَفِي صَحِيْحِ بُخَارِيِّ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ حَدِيْثُ عُمَرَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّكَ فَاسْقِنَا فَيُسْقَوْنَ وَحَدِيْثُ عُثْمَانَ ابْنِ حُنَيْفٍ فِي شَانِ الْاَعْمٰى۔ یعنی دعا میں انبیاء اولیاء کا وسیلہ پکڑنا مستحب ہے بخاری کی اس روایت کی وجہ سے کہ حضرت عمر نے بوسیلہ عباس دعا کی اور حضرت عثمان ابن حنیف کی روایت کی وجہ سے نابینا کی دعا میں۔ ہاں اگر فاروق اعظم یہ فرماتے کہ مولیٰ اب تک تو ہم تیرے نبی کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے اب اُن کی وفات کے بعد اُن کا وسیلہ چھوڑ دیا اب عباس کے طفیل دعا کرتے ہیں۔ تب تمہاری دلیل درست ہوتی۔ مگر نفی کا ذکر نہیں لہٰذا دلیل

غلط ہے۔ انبیاء و اولیاء کا وسیلہ صحیح ہے۔

(۱۱) حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے پاس زکوٰۃ نہ دینے والے اپنے سروں پر گائے بھینس بکریاں لادے ہوئے آئیں گے اور ہم سے شفاعت کی درخواست کریں گے ہم یہ فرماکر اُنہیں ہٹادیں گے کہ ہم نے تم تک احکام پہنچادیئے تھے تم نے کیوں عمل نہ کیا۔ اب شفاعت کیسی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے مجرموں کا وسیلہ کوئی نہیں۔ جب حضور کا وسیلہ کام نہ آیا تو دوسرے کا وسیلہ بدرجۂ اولیٰ کام نہیں آسکتا۔ چنانچہ بخاری شریف کتاب الزکوٰۃ باب اثم مانع الزکوٰۃ میں ہے۔ وَلَا يَأْتِيْ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِبَعِيْرٍ يَحْمِلُهٗ عَلٰى عُنُقِهٖ لَهٗ رُغَاءٌ فَيَقُوْلُ يَا مُحَمَّدُ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ بَلَّغْتُ ٭

نوٹ ضروری ۔ یہ واہیات اعتراض مولوی مودودی صاحب کا ہے جو زمانہ موجودہ کے مجدد، مجتہد اور نہ معلوم کیا کیا ہیں۔

جواب :۔ اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ یہ معاملہ اُن لوگوں سے ہوگا۔ جو زکوٰۃ کی فرضیت کے منکر ہوگئے تھے۔ جیسے حضرت صدیق اکبر کے شروع زمانہ خلافت میں ہوا۔ جن پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جہاد فرمایا۔ اور زکوٰۃ کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔ اور کافروں کے لیئے نہ وسیلہ ہے نہ شفاعت لہٰذا اس کا تعلق مسلمانوں سے نہیں۔

دوسرے یہ کہ اس حدیث میں شفاعت نہ کرنے کا ذکر ہے نہ کہ نہ کرسکنے کا یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم شفیع مختار اور وسیلہ با اختیار ہیں اگر چاہیں کریں نہ چاہیں نہ کریں۔ اُن پر ناراضگی ظاہر فرمانے کے لیئے یہ ارشاد ہوگا اگر اس حدیث کے یہ مطلب نہ ہوں۔ تو اس حدیث کے مخالف ہوگی۔ شَفَاعَتِيْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِيْ یعنی میری شفاعت میری اُمت کے گناہ کبیرہ والوں کے لیئے بھی ہوگی۔ نیز اُن تمام آیات قرآنیہ کے خلاف ہوگی۔ جو پہلے باب میں مذکور ہوئیں۔

نوٹ ضروری :۔ وسیلہ دو طرح کے ہیں۔ ایک مجبور جیسے سورج روشنی کا وسیلہ ہے اور بارش رزق کا۔ قرآن کریم رب کی بخشش کا۔ ماہ رمضان عفو سیئات کا۔ دوسرے با اختیار جیسے انبیاء و اولیاء کی شفاعت اور دنیا میں حکیم۔ وکیل۔ حاکم۔ شفا و عدل کے وسیلہ ہیں۔ کہ کریں یا نہ کریں۔ اس حدیث میں جو معترض نے پیش کی حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خداداد اختیار کا ذکر ہے۔

(۱۲) بخاری شریف حدیث غار میں ہے کہ تین شخص جنگل میں جارہے تھے کہ بارش آگئی۔

پناہ پکڑنے کے لئے غار میں گھس گئے۔ ایک چٹان پتھر کی غار کے منہ پر گری جس سے غار کا منہ بند ہوگیا تو اُن لوگوں نے اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کی ایسے شدت کے موقعہ پر کسی پیر فقیر کا وسیلہ انہوں نے نہیں پکڑا بلکہ اپنے اعمال کا معلوم ہوا کہ کسی بندے کا وسیلہ پکڑنا جائز نہیں۔

جواب:۔ اِس حدیث میں صرف یہ ہے کہ اُن شخصوں نے اعمال کے وسیلہ سے دُعا کی یہ کہاں ہے کہ بزرگوں کے وسیلہ سے دُعا نا جائز ہے۔ دعویٰ کچھ اور ہے دلیل کچھ اور اعمال کا بھی وسیلہ جائز ہے اور بزرگوں کا بھی ایک جائز پر عمل کرنے سے دوسرا جائز کیسے حرام ہوگیا ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کی آگ میں جاتے وقت جبرئیل علیہ السلام کے عرض کرنے پر بھی اِس آفت کے دُور ہونے کی دُعا نہ کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر دی مگر دفع کی دعا نہ کی۔ تو کیا اس سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ دُعا مانگنا ہی حرام ہے۔ یہ اعتراض نہایت ہی لغو ہے۔

(۱۳) شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ع "نداریم غیر از تو فریاد رس" پتہ لگا کہ خدا کے سوا کوئی فریاد نہیں سنتا۔ پھر وسیلہ کیسا اگر وسیلہ مانو تو غیر خدا کو فریاد رس ماننا پڑے گا۔

جواب:۔ اس جگہ حقیقی فریاد رس مراد ہے اُس کی نفی ہے۔ خدا کے حکم سے اُس کے پیارے بندے فریاد رس ہیں۔ یہی شیخ سعدی گلستان میں فرماتے ہیں۔

ہر کہ فریاد رس روز مصیبت خواہد ‏ ‏ ‏ ‏ گو در ایام سلامت بجوانمردی کوش

جو چاہتا ہے کہ مصیبت کے دن میرا کوئی فریاد رس بنے اُس سے کہدو کہ آرام کے زمانے میں لوگوں سے اچھا سلوک کرے۔ ایک دوا کا نام ہے شربت فریاد رس۔ کہو یہ نام شرک ہے یا نہیں تعجب ہے کہ شربت تو فریاد رس بن جاوے۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم فریاد رس نہ ہوں۔

(۱۴) بوستاں میں ہے ؎

بہ تہدید گر برکشد تیغ حکم ‏ ‏ ‏ ‏ بمانند کر و بیاں صم و بکم

یعنی اگر رب تعالےٰ ڈرانے کے لئے حکم کی تلوار کھینچے تو فرشتے بھی بہرے گونگے رہ جاویں۔ کہئے شیخ سعدیؒ جیسے بزرگ فرشتوں جیسی معصوم جماعت کو بیکار فرما رہے ہیں اوروں کے وسیلہ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

جواب:۔ جناب یہاں رب کے مقابلہ میں یہ بات کہی گئی یعنے اگر وہ غضب فرماوے تو کوئی اُس کے مقابل دم نہیں مار سکتا یہ ہر مسلمان کا ایمان ہے۔ گفتگو تو اس میں ہے کہ رب کی

اجازت اور اُس کی مرضی سے اُس کے مقبول بندے مجرم بندوں کی سفارش کر سکتے ہیں اور رب تعالےٰ اُن کے طفیل گنہگاروں کے گناہ بخشدیتا ہے یہ وسیلہ ہے۔ اس شعر کو وسیلہ کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں۔ شیخ سعدی قدس سرہٗ کا یہ شعر نہ دیکھا ؎

چہ باشد کہ مشتے گدایان خیل   بمہمان دار السلامت طفیل

یارسول اللہ کیا اچھا ہو کہ ہم جیسے مٹھی بھر فقیر آپ کی طفیل جنت کے مہمان خانہ میں پہنچ جاویں نیز فرماتے ہیں ؎

خدایا بحقِ بنی فاطمہ   کہ بر قولِ ایماں کنم خاتمہ

الٰہی حضرتِ فاطمہ زہرہ کی اولاد کے طفیل میرا خاتمہ ایمان پر ہو یہ صاف بزرگوں کا وسیلہ ہے۔

(۱۵) اگر اللہ کے مقبول بندے خدارسی کا وسیلہ بھی ہوں تب بھی خدا کو پالینے کے بعد اُن کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ جیسے ریل میں اُسی وقت تک بیٹھتے ہیں جب تک کہ منزل مقصود پر نہ پہنچیں مقصود پر پہنچتے ہی اُسے چھوڑ دیتے ہیں۔ مسلمان نے کلمہ پڑھ لیا رب کو پالیا اب بزرگوں کی کیا ضرورت رہی۔

جواب:۔ وسیلے دو طرح کے ہیں۔ ایک محض وسیلہ جیسے سفر کے لیئے ریل دوسرا وہ وسیلہ جس سے مقصد وابستہ ہو۔ جیسے روشنی کے لیئے چراغ پہلی قسم کا وسیلہ مقصود پر پہنچ کر چھوڑ دیا جاویگا لیکن دوسری قسم کا وسیلہ کبھی نہیں چھوٹ سکتا ورنہ فوراً مقصود فوت ہو جاوے گا۔ روشنی چراغ کے دم سے قائم ہے۔ اگر اُسے گل کیا تو اندھیرا ہو جاوے گا۔ اللہ کے مقبول بندے دوسری قسم کا وسیلہ ہیں۔ اِسی لئے رب تعالیٰ نے کہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرمایا کہیں۔ سراج منیر یعنی چمکتا سورج مقصد یہ ہے کہ جیسے آفتاب کی ضرورت ہمیشہ ہے۔ ایسے ہی اے پیارے دنیا کو تمہاری حاجت دائمی ہے۔ اس لئے قبر میں اُن کے نام پر کامیابی اور حشر میں اُن کے دم پر نجات رکھی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱۶) جب خدا تعالیٰ سب کا رب ہے اور اُس کا نام رب العٰلمین ہے تو پھر کسی وسیلہ کی کیا ضرورت ہے۔ ہر شخص اُس کے دروازے پر بلا واسطہ جاوے۔ اور فیض لے۔ وسیلہ کا مسئلہ اُس کے رب العٰلمین ہونے کے خلاف ہے۔

جواب:۔ اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی دوسرا تحقیقی الزامی۔ جواب تو یہ ہے۔ کہ رب تعالیٰ رازق العباد شافی الامراض ہے۔ پھر تم رزق تلاش کرنے امیروں کے پاس

اور شفا لینے حکیموں کے پاس کیوں جاتے ہو۔ تمہارا اُن لوگوں کے پاس جانا بھی خدا کے رازق اور شافی ہونے کے خلاف ہے۔ وہ احکم الحاکمین ہے۔ پھر مقدمہ کچہری کے حکام کے پاس کیوں لے جاتے ہو جناب وسیلے رب کے دروازے ہیں۔ یا اُس کے چاکران کے ہاتھوں سے جو کچھ ہوتا ہے وہ رب کی طرف سے ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ۔ انبیاء کرام رب تعالیٰ کے مختار خدام ہیں تحقیقی جواب یہ ہے کہ ان وسیلوں کی ضرورت رب تعالیٰ کو نہیں بلکہ ہم کو ہے جیسے روٹی توے کے ذریعہ سے گرم کیا جاتا ہے۔ تو آگ گرم کرنے میں توے کی محتاج نہیں بلکہ روٹی کو حاجت ہے۔ رب تعالیٰ سب کا رب ہے مگر اُس کی ربوبیت کے مظہر یہ چیزیں ہیں جیسے سانپ اُسکی قہاریت کا مظہر ہے۔ اور دیگر آرام دہ چیزیں اُس کی رحمت کی تجلی گاہ ہیں۔

(۱۷) وسیلہ کے مسئلہ سے لوگ بدعمل ہو جاویں گے۔ جب انہیں خبر ہو گی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بخشوا لیں گے تو پھر عمل کرنے کی زحمت کیوں گوارہ کریں۔

جواب:۔ یہ اعتراض ایسا ہے جیسے آریہ کہتے ہیں کہ توبہ کا مسئلہ سے بدعملی اور زکوٰۃ کے مسئلہ سے بیکاری بڑھتی ہے۔ کیونکہ جب مسلمانوں کو خبر ہے کہ توبہ سے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ تو پھر خوب گناہ کر کے توبہ کر لیا کریں گے۔ اور جب غریبوں کو خبر ہو کہ مالداروں کی زکوٰۃ لاکھوں روپیہ سالانہ نکلتی ہے۔ پھر کمائی کیوں کریں۔ جب ملے یوں۔ تو محنت کرے کیوں۔ جو اُس کا جواب ہے وہ ہی اس اعتراض کا جواب ہے۔ جناب جیسے توبہ کی قبول کا یقین نہیں مالداروں کی زکوٰۃ ملنے کا یقین نہیں ملے یا نہ ملے۔ ایسے ہی اگر بدعملی کی گئی تو یقین نہیں وسیلہ نصیب ہو یا نہ ہو۔ میں تو کہتا ہوں۔ کہ وسیلہ کے انکار سے بدعملی بڑھے گی۔ کیونکہ جب گنہگار شفاعت سے مایوس ہو گا تو خوب گناہ کرے گا کہ دوزخ میں تو جانا ہی ہے۔ لاؤ دس گناہ اور کر لو۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں ؎

نہ بینی کہ چوں گربہ عاجز شود　　　بر آرد زچنگال چشم پلنگ

جب تک بلی کو جان بچنے کی امید رہتی ہے۔ تب تک چیتے سے بھاگتی ہے۔ مگر جب پھنس کر جان سے مایوس ہو جاتی ہے تو چیتے پر حملہ کر دیتی ہے۔ مایوسی دلیری پیدا کرتی ہے۔

(۱۸) مشرکین عرب اسی لیے مشرک ہوئے کہ وہ بتوں کو رب کا بندہ تو سمجھتے تھے مگر اُن سے غائبانہ مدد مانگتے تھے اور انہیں خدا رسی کا وسیلہ جانتے تھے۔ وہ کسی بت کو خالق یا مالک نہیں مانتے تھے رب فرماتا ہے۔ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ اگر آپ مشرکوں سے پوچھیں کہ آسمان و زمین کس نے پیدا کیا تو وہ کہیں گے کہ اللہ نے، معلوم ہوا کہ وہ مشرک صرف اس لیئے مشرک ہوئے کہ انہوں نے رب کے بندوں کو بندہ مان کر انہیں حاجت روا مشکل کشا، فریاد رس مانا۔ اسی طرح تم بھی نبیوں، ولیوں کو مانتے ہو تم اور وہ برابر ہو۔

جواب: ۔ ایک ہے رب کی قدرت ایک ہے رب کا قانون قدرت تو یہ ہے کہ رب چاہے تو ہر چھوٹا بڑا کام بغیر کسی وسیلہ کے خود ہی کردے۔ مگر قانون یہ ہے کہ جو کام کرے اپنے بندوں کے وسیلہ سے کرے قدرت کا اظہار اس آیت میں ہے۔ وَاَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ اُس کی شان یہ ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے تو کُن فرمادے۔ وہ شیٔ ہو جاوے اور قانون کا اظہار صدہا آیات میں ہے قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ فرمادو تمہیں ملک الموت موت دے گا۔ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ نبی انہیں پاک فرماتے ہیں اور کتاب و حکمت سکھاتے ہیں وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا کہو کہ یا اللہ جیسے مرے ماں باپ نے مجھے پرورش فرمایا تو بھی اُن پر رحم فرما۔ دیکھو موت دینا، پاک کرنا، پالنا، رب کا کام ہے۔ مگر بندوں کے ذریعہ سے ہوا مشرکین مکہ کا عقیدہ تھا کہ ایک خدا اتنے بڑے جہان کا انتظام نہیں فرما سکتا۔ لہٰذا اُس نے اپنے بعض بندے اپنی مدد کے لیئے عالم سنبھالنے کے لیئے مقرر کئے ہیں۔ یعنی انھوں نے بعض بندوں کو رب کے برابر کر دیا لہٰذا وہ مشرک ہوئے اسی لیئے قیامت میں وہ بتوں سے کہیں گے تَاللّٰہِ اِنْ کُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ اِذْ نُسَوِّیْکُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ خدا کی قسم ہم کھلی گمراہی میں تھے۔ کہ تمہیں خدا کے برابر سمجھتے تھے۔ معلوم ہوا کہ وہ بتوں کو بندہ مان کر رب کو اُن کا حاجتمند مانتے تھے۔ قرآن کریم اسی وسیلہ کی تردید فرماتا ہے لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا یعنی رب تعالیٰ نے نہ اپنا بچہ بنایا نہ اُس کا ملک میں کوئی شریک ہے۔ نہ کمزوری کی وجہ سے اُس کا کوئی ولی ہے۔ یعنی اُس نے جو اولیاء مقرر فرمائے وہ اپنی شان ظاہر کرنے کے لیئے بنائے نہ کہ کمزوری اور عاجزی کی وجہ سے، پتہ لگا کہ مشرک خدا تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ رب کے بعض بندے اس لیئے اُس کے ولی ہیں کہ خدا اتنے بڑے کام پر خود قادر نہیں۔ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں مشرکین اولیاء کو ایسا مانتے تھے جیسے کونسل کا ممبر مسلمان اولیاء کو ایسا مانتے ہیں۔ جیسے بارگاہ عالیہ کے خدام اور کارندے لہٰذا وہ مشرک تھے۔ یہ مومن رہے۔ غرضکہ جو رب کی قدرت کا منکر

ہو وہ مشرک ہے۔ اور جو قدرت مان کر رب کے قانون کا منکر ہے۔ وہ وہابی ہے۔

نوٹ ضروری :۔ ہم اپنی زندگی پر غور کریں تو معلوم ہوگا۔ کہ دنیا کی کوئی نعمت ہمیں بغیر وسیلہ نہیں ملی۔ پیدائش و پرورش ماں، باپ کے وسیلہ سے علم اُستاد کے وسیلہ سے تندرستی حکیم کے وسیلہ سے رزق مالداروں اور کسانوں کے وسیلہ سے دھوپ سورج کے وسیلہ سے، موت ملک الموت کے وسیلہ سے غسل غسال کے وسیلہ سے کفن درزی کے وسیلہ سے دفن گورکن کے وسیلہ سے پھر آخرت کی نعمتیں تو دنیاوی نعمتوں سے کہیں زیادہ ہیں وہ بغیر وسیلہ کیسے مل سکتی ہیں۔ کلمہ، قرآن، روزہ، نماز، رب کی پہچان۔ غرضکہ یہ ساری نعمتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے ملیں۔ پھر وسیلہ کا انکار نہ کرے گا۔ مگر جاہل

نوٹ :۔ ساری عبادات کا فائدہ صرف انسانوں کو ہوتا ہے۔ مگر وسیلہ کا فائدہ۔ انسان، جن، فرشتہ، جانور بلکہ درخت، زمین، زمان سب کو ہوتا ہے۔ مکہ مکرمہ حضور کے وسیلہ سے افضل ہے۔ کوہ طور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے اعلیٰ ہے۔ آب زمزم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے طفیل سے متبرک ہو گیا۔ ایوب علیہ السلام کو شفا دینے کے لئے فرمایا گیا۔ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ اپنا پاؤں زمین پر رگڑو اُس سے جو پانی کا چشمہ پیدا ہو اُسے پیو اور اُس سے غسل کرو۔ چنانچہ اس سے آپ کو شفا ہوئی۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کا دھوون اُن کے پاؤں کے وسیلہ سے شفا بن جاتا ہے۔ غرضکہ بزرگوں کا وسیلہ ہر چیز کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

(۱۹) موجودہ وہابی یہ بھی کہتے ہیں کہ انسان خواہ کتنا ہی بزرگ ہو مرنے کے بعد اِس جہان سے بالکل بے خبر ہو جاتا ہے۔ یہاں کی اُسے بالکل خبر نہیں رہتی۔ دیکھو اصحاب کہف تین سو سال سو کر جب جاگے تو انہوں نے سمجھا کہ ہم دن بھر سوئے۔ حضرت عزیر علیہ السلام سو برس تک وفات یافتہ رہ کر جب زندہ کئے گئے تو رب نے پوچھا کَمْ لَبِثْتَ تم یہاں کتنے ٹھیرے تو عرض کیا لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ میں دن بھر یا اُس سے بھی کم ٹھیرا فرمایا گیا۔ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ تم یہاں سو برس رہے۔ اگر اُن کی توجہ اس جہان پر ہوتی تو اس مدت کے اندازہ میں غلطی کیوں کرتے۔ جب اتنے بڑے بزرگوں کو یہاں سے کچھ تعلق نہیں رہتا تو دیگر اولیاء اللہ کا ذکر ہی کیا ہے۔ جب یہ لوگ یہاں سے ایسے بے تعلق ہیں تو اُن کی قبروں پر جا کر اُن کے وسیلہ سے دُعا کرنا یا اُن سے حاجت مانگنا بالکل ہی عبث ہے۔

جواب :۔ اللہ کے پیارے بندے وفات کے بعد اس دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہاں کی خبر رکھتے ہیں۔ معراج کی رات سارے پیغمبروں نے حضور کے پیچھے بیت المقدس میں نماز پڑھی حجۃ الوداع کے موقعہ پر بہت سے پیغمبروں نے شرکت کی جس کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معراج کی رات پچاس نمازوں کی پانچ کرادیں اگر وہ حضرات اس عالم میں پہنچکر ادھر سے بے خبر ہوجاتے ہیں تو انہیں حضور کی معراج اور حجۃ الوداع کی خبر کیسے ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام کو نماز کم کرانے کی کیا ضرورت پڑی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سے پہلے پیغمبروں سے پوچھو کیا ہم نے خدا کے سوا اور معبود بنائے ہیں۔ اگر وہ پیغمبر اس دنیا سے بالکل بیخبر ہوگئے تو پھر پوچھنا کیسا۔ مردہ قبرستان میں آنے والے کی پاؤں کی آہٹ سنتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ اصحاب کہف اور حضرت عزیر علیہ السلام کے معجزے اور کرامت کا دکھانا منظور تھا۔ اس لیے رب نے انہیں خصوصیت سے اس دنیا سے بے توجہ کردیا۔ اگر اصحاب کہف کو اپنے سونے کی مدت کا پتہ ہوتا تو بازار میں نہ آتے اور یہ کرامت لوگوں پر ظاہر نہ ہوتی۔ جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا دل جاگتا رہتا ہے۔ صرف آنکھ سوتی ہے مگر تعریس کی رات رب نے حضور کے دل کو اپنی طرف متوجہ فرمالیا اور نماز فجر قضا ہوگئی تاکہ امت کو نماز قضا پڑھنے کا طریقہ معلوم ہوجائے اگر نبی ولی وفات کے بعد اس طرف سے بالکل بے تعلق ہوجاتے ہیں تو ہمارے درود وسلام حضور تک کیسے پہنچتے ہیں۔ نیز مردوں کو ثواب کیسے پہنچتا ہے ایسے شخص کو سلام کرنا منع ہے جو جواب نہ دے سکے۔ جیسے سونیوالا استنجا والا۔ نمازی اور اذان کی حالت۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہی نہیں اور جواب نہیں دے سکتے تو ان کو سلام کرنا منع ہونا چاہیئے تھا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عزیر علیہ السلام پر حقیقتاً سو سال گزرے ہوں اور حقاً ایک دن جیسے قیامت کا دن ہزاروں سال کا ہوگا۔ مگر مومن کے لیے ایک نماز کی برابر معلوم ہوگا وہاں دونوں کا اثر موجود تھا۔ کہ گدھے پر سو سال گزر گئے تھے اور شربت پر ایک دن لہٰذا عزیر علیہ السلام کا ایک دن فرمانا بھی ٹھیک تھا۔ وہ حس کے لحاظ سے تھا۔ اور رب تعالیٰ کا اسے سو سال فرمانا بھی ٹھیک تھا کہ حقیقت پر مبنی تھا۔

(۳۰) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت کوشش کی کہ ابو طالب ایمان لے آویں مگر نہ لائے بتاؤ

آپ کیا کر سکتے ہیں بلکہ آیت اتری اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ جس سے تم محبت کرو اُسے ہدایت نہیں دے سکتے۔ جب اپنے پیاروں کا وسیلہ نہیں بن سکتے تو دوسروں کا کیا پوچھنا۔

جواب:۔ اس آیت کا مطلب ظاہر ہے کہ جس سے آپ محبت کریں اُسے ہدایت نہیں دے سکتے۔ کیونکہ آپ رحمت للعالمین ہیں ہر بشر سے محبت فرماتے سب ہی پر کرم کرتے ہیں کافر ہو یا مومن، مخلص ہو یا منافق ہدایت اُسے ملے گی جو آپ سے محبت کرے اور آپ سے جو محبت کرے گا وہ آپ کی بات ملنے گا۔ ابوطالب نے آپ سے محبت نہ کی۔ اور آپ کی بات نہ مانی کلمہ نہ پڑھا۔ لہٰذا ہدایت نہ پا سکے۔ اس میں خود اُن کا اپنا قصور ہے۔ اگر کوئی آفتاب سے نور حاصل نہ کرے تو اُس کا نصیب آفتاب روشنی دینے میں کوتاہی نہیں کرتا۔ پھر بھی ابوطالب کو حضور کی خدمت کا یہ فائدہ پہنچ گیا کہ وہ دوزخ میں نہیں رکھے گئے بلکہ آگ کے چھپرے میں ہیں۔ جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ہے۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسین کی کوئی مدد نہ کی تو اوروں کی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ پھر وسیلہ کیسا۔

جواب:۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اُس وقت حضور سے مدد مانگی ہی نہیں تاکہ صبر میں فرق نہ آوے جیسے کہ ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں جاتے وقت رب سے مدد نہ مانگی نیز امام حسین کی یہ استقامت کہ اتنی مصیبتوں میں ثابت قدم رہے۔ حضور کی مدد سے ہوئی۔

(۳) قرآن شریف سے ثابت ہے کہ نبی اپنی زندگی میں بھی دنیا سے بے خبر رہتے ہیں دیکھو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو گم پا کر لوگوں سے پوچھا کہ ہدہد کو میں نہیں دیکھتا۔ اگر واقف تھے تو پوچھا کیوں۔ نیز ہدہد نے آکر کہا کہ میں وہ چیز دیکھ کر آیا ہوں جو آپ نے نہیں دیکھی یعنی بلقیس اور اس کا تخت دیکھو۔ ہدہد کی خبر سے پہلے آپ کو نہ بلقیس کا پتہ لگا نہ شہر سبا کا، جب وہ کسی کی خبر ہی نہیں رکھتے تو وسیلہ کیسے بن سکتے ہیں۔

جواب:۔ اس آیۃ میں یہ کہاں ہے کہ سلیمان علیہ السلام کو خبر نہ تھی۔ ہدہد نے آپ کی بے خبری کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ عرض کیا اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ میں اس چیز کا احاطہ کرکے اور دیکھ کر آیا ہوں جس کو آپ نے جا کر نہ دیکھا اور واقعی آپ اس وقت تک وہاں بایں جسم شریف نہ گئے تھے۔ خبر تو آپ کو تھی مگر اظہار نہ تھا۔ تاکہ پتہ لگے

کہ پیغمبر کی صحبت میں رہنے والے جانور بھی ہزاروں کے لیئے ایمان کا وسیلہ بن جاتے ہیں دیکھو ہُدہُد ہی کے ذریعہ سے سارے یمن والوں بلقیس وغیرہ کو ایمان نصیب ہوا اور بھی ہزارہا اس میں حکمتیں تھیں حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ بن کر بھی اپنے والد کو اپنی خبر نہ بھیجی اس لیئے نہیں کہ آپ اُن سے بے خبر تھے بلکہ وقت کا انتظار تھا اور آپ کی انتہائی عظمت کا ظہور ہونے والا تھا۔ کہ قحط سالی میں تمام عالم کا رزق آپ کے ہاں پہنچا اور سب لوگ روزی میں آپ کے حاجتمند کیئے گئے۔

اچھا بتاؤ کہ جب سلیمان علیہ السلام نے آصف کو بلقیس کا تخت لانے کا حکم فرمایا تو اُنھوں نے نہ تو کسی سے ملک یمن کا پتہ پوچھا نہ بلقیس کا گھر دریافت کیا نہ تخت کی جگہ تلاش کی بلکہ پلک جھپکنے سے پہلے لاکر حاضر کر دیا اُنہیں بھی بلقیس کے سارے مقامات کی خبر تھی یا نہیں۔ تھی اور ضرور تھی۔ تو جن کی صحبت میں رہ کر یہ کمال حاصل کیا تھا وہ بے خبر ہوں۔ یہ ناممکن ہے۔ رب فرماتا ہے۔ وَقَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ + جس کے پاس کتاب کا علم تھا اُنہوں نے کہا کہ۔ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ میں تخت بلقیس آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا۔ بتاؤ وہ کتاب آصف نے کس سے پڑھی تھی۔ خود سلیمان علیہ السلام سے تعجب ہے کہ شاگرد کو خبر ہو اور اُستاد کو نہ ہو۔ رب سمجھ دے۔ غرضکہ آپ کو علم تھا۔ مگر وقت سے پہلے اظہار نہ تھا۔

(۲۳) رب تعالیٰ فرماتا ہے فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ رب تعالیٰ جسے چاہے گا بخشے گا جسے چاہے گا عذاب دے گا جن نبیوں، ولیوں کو تم مغفرت کا وسیلہ سمجھتے ہو خود اُن کی مغفرت یقینی نہیں نہ معلوم اُن کی بخشش ہو یا نہ ہو اگر وہ تمہارے وسیلے ہیں تو بتاؤ کہ اگر خدا اُنہیں پکڑے تو اُن کا وسیلہ کون بنے گا۔ من یشاء میں من عام ہے نبی، ولی سب کو شامل ہے (بعض بے ادب دیوبندی)

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک عالمانہ دوسرا صوفیانہ، عالمانہ جواب یہ ہے کہ بندے تین طرح کے ہیں۔ ایک وہ جن کے جہنمی ہونے کی خبر دے دی گئی۔ جیسے ابولہب اور اُس کی بیوی جمیلہ جن کے بارے میں فرما دیا گیا۔ سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَھَبٍ وَّامْرَاَتُہٗ یہ اور اُس کی بیوی عنقریب بھڑکتی آگ میں پہنچیں گے۔ دوسرے وہ جن کے جنتی ہونے کی خبر دے دی گئی۔ فرما دیا گیا۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ اللہ اُن سے راضی ہو گیا وہ اللہ سے راضی ہو گئے یا فرما دیا گیا۔ کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی اللہ نے ان سب سے جنت کا وعدہ کر لیا۔ تیسرے وہ جن کے متعلق کوئی خبر نہ دی گئی۔ جیسے ہم لوگ۔ پہلی جماعت کا دوزخی ہونا اور دوسری جماعت کا

جنتی ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسے اللہ کا ایک ہونا کیونکہ اللہ کا سچا ہونا ایسی ہی اُسکی صفت ہے جیسے اُسکا ایک ہونا یہاں تمہاری پیش کردہ آیت میں تیسری جماعت مراد ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

صوفیانہ جواب یہ ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ رب تعالےٰ جسے چاہتا ہے۔ نیک اعمال کی توفیق دے کر جنتی بناتا ہے اور جسے چاہتا ہے اُسے گمراہ کر کے جہنمی بناتا ہے۔ یعنی لوگوں کے جنتی جہنمی ہونے کا ارادہ ہو چکا۔ قیامت میں صرف اس کا ظہور ہوگا۔ ہر ایک کے متعلق قلم چل چکا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ جس نیک کار کو چاہے جہنمی کر دے اور جس کافر کو چاہے جنتی بنا دے تو جس کا جہنمی ہونا چاہ چکا وہ جہنمی ہو چکا اور جس کا وہ جنتی ہونا چاہ چکا وہ جنتی ہو چکا۔ اب اس کا برعکس ہونا اس آیت کے خلاف ہوگا۔

(۴۴) قرآن کریم فرما رہا ہے کہ کفار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا الخ یعنی ہم اُس وقت تک آپ پر ایمان نہ لائیں گے۔ جب تک کہ آپ زمین سے چشمے جاری نہ کر دیں۔ یا کہ آپ کے پاس کھجور و انگور کا باغ نہ ہو۔ جس کے بیچ میں نہریں ہوں الخ اس کے جواب میں فرمایا گیا قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا فرما دو کہ سبحان اللہ میں تو محض بشر رسول ہوں مجھ میں یہ طاقت نہیں۔ اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ نبی میں کوئی طاقت اور زور نہیں بندہ مجبور ہیں۔ ورنہ انہیں یہ معجزے دکھا کر مسلمان کر لیا جاتا۔ دوسرے یہ کہ پانی کے چشمے نکالنا باغ اُگانا خدا کا کام ہے۔ نبی، ولی کا نہیں۔ اسی طرح بیٹی، بیٹا بخشنا عزت، ذلت دینا مرادیں پوری کرنا خدا کا کام ہے کسی کو ان چیزوں کا وسیلہ ماننا بھی اس آیت کے خلاف ہے۔

جواب :- نبی میں اس سے کہیں زیادہ طاقت ہے یہ کہو کہ اُن کے مطالبہ پر اپنی طاقت دکھائی نہیں کیونکہ وہ ایمان لانے کی نیت سے یہ مطالبے نہ کرتے تھے۔ بلکہ نبی کا زور آزمانے کے لیے کرتے تھے۔ اور جس قوم نے نبی کا زور آزمایا وہ مٹا دی گئی۔ فرعون، نمرود، قوم عاد و قوم ثمود ان سب نے نبی کا زور دیکھنا چاہا زور دکھایا۔ وہ ایمان نہ لائے ہلاک ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن کے یہ مطالبے پورے نہ فرمانا رحمت کی بنا پر ہے ورنہ وہ تو زمین سے چشمے نکالنے کا مطالبہ کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں سے چشمے بہا دیئے وہ تو کھجور و انگور کے باغ کا مطالبہ کرتے تھے حضور نے چاند کو دو ٹکڑے کر دکھایا۔ ڈوبے سورج کو لوٹایا۔ کھاری کنویں کو میٹھا بنایا، لکڑیوں کنکریوں سے اپنا کلمہ پڑھوایا۔ فقیروں کو بادشاہ بنایا۔ جو جس کو

چاک کر دیا - ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے

در یا ممنون خواب راحتش تاج کسریٰ زیر پائے امتش

غرضکہ طاقت ہونا اور چیز ہے اور دکھانا کچھ اور اس آیت میں طاقت نہ دکھلانے کا ذکر ہے وہ بھی سرکش کافروں کو تاکہ ہلاک نہ ہو جاویں۔

خاتمہ | حقیقت یہ ہے کہ وہابیوں دیوبندیوں کو خدا نے گمراہ کر دیا انکی شامت آگئی ہے۔ اسلئے تمام وسیلوں سے منہ موڑ رہے ہیں جسے خدا ہدایت دیتا ہے وہ ولی اور مرشد کے دامن میں رہتا ہے اور جسے رب تعالیٰ گمراہ کرتا ہے اُسے نہ ولی نہ مرشد! رب فرماتا ہے وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا جسے رب گمراہ کرے اُسکے لئے تم نہ کوئی ولی پاؤ گے نہ مرشد، یہ بے پیرے بے نورے درگاہِ الٰہی سے نکالے ہوئے ہیں یہ ساری باتیں اسی سبب سے ہیں مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ہر نئے مذہب سے بچیں اسی راستے پر رہیں جو ابتک اللہ کے نیک بندوں کا ہے بے سمجھے بوجھے قرآن کا ترجمہ گمراہی کا راستہ ہے رب فرماتا ہے يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا رب تعالےٰ اس قرآن سے بہت لوگوں کو ہدایت دیتا ہے اور بہت کو گمراہ کر دیتا ہے ہدایت پر رہنے کا ذریعہ صرف یہ ہے کہ اچھوں کے ساتھ رہو رب فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ اے مسلمانوں اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو ہمیں سورۂ فاتحہ میں یہ دعا مانگنے کی تلقین کی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اے مولیٰ ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت دے اُن بندوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا آج ہر چکڑالوی ہر قادیانی ہر دیوبندی وہابی ہر بیدین قرآن بغل میں دبائے پھر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ قرآن کی رو سے میں سچا ہوں یزیدیوں نے بے سمجھے قرآن پڑھکر امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا امام حسین پر یہ آیت چسپاں کی فَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ جو بادشاہ اسلام سے باغی ہو جاوے اُس سے جنگ کرو یہانتک کہ رجوع کرے امام حسین کو باغی اور یزید پلید کو بادشاہِ اسلام بنایا غرضکہ بے سمجھے قرآن کے ترجموں نے بہت کا بیڑا غرق کر دیا ہے اگر چاہتے ہو کہ دنیا سے ایمان سلامت لیجاؤ تو اُسی راستہ پر چلو جو اولیاء کرام اور علماء کرام کا راستہ ہے اسی ہی میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔

آج سواء مذہب اہلسنت کے کسی فرقے میں اولیاء موجود نہیں معلوم ہوا کہ یہ جماعت حق ہے جب تک دین موسوی منسوخ نہ ہوا تھا بنی اسرائیل میں ہزار ہا ولی ہوئے جب سے وہ منسوخ ہو گیا اب اُنمیں کوئی ولی نہیں حضرت مریم، اصحاب کہف، آصف ابن برخیا جنکے قصے قرآن شریف میں مذکور ہیں سب بنی اسرائیل کے ولی تھے جریج اسرائیلی کی ولایت کا یہ حال تھا کہ اُس نے چار ماہ کے بچے سے اپنی پاکدامنی کی گواہی لے لی مگر تبا جب سے یہ دین منسوخ ہوا اب کوئی یہودی عیسائی ولی ہوا جب اُنمیں ایمان ہی نہیں تو ولایت کہاں سے آوے اسی طرح آج سواء مذہب اہلسنت کے کسی فرقے میں ولی نہیں کوئی دیوبندی ولی نہیں کوئی قادیانی چکڑالوی غیر مقلد ولی نہیں ادہر

دیکھو کہ حضور غوث پاک سرکار بغداد ہم میں حضور خواجہ اجمیری ہم میں حضور خواجہ بہاؤالدین نقشبند ہم میں حضور شیخ شہاب الدین سہروردی ہم میں گزرے ہیں اب بھی مذہب اہلسنت میں ہزارہا اولیاء جلوہ گر ہیں حضرت خواجہ پیر سید مہر علیشاہ صاحب گولڑوی قطب الوقت پیر سید جماعت علیشاہ صاحب علی پوری حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب تونسوی اور تمام گدی والے حضرات ہماری ہی جماعت میں ہیں یہ تمام حضرات پکے سُنی متقی وسیلہ کے قائل نیاز فاتحہ عرس میلاد شریف گیارھویں شریف پر عامل رہے ان اولیاء کرام کا ہم میں ہونا مذہب اہلسنت کی حقانیت کی کھلی دلیل ہے۔ آج تمام فرقوں کو میں چیلنج کرتا ہوں کہ اپنے مذہب میں اولیاء دکھائیں۔ ولی کی پہچان قرآن کریم نے یہ بیان فرمائی ہے کہ خلقت انہیں ولی مانے اللہ فرماتا ہے لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ اُن کیلئے دنیا و آخرت میں خوشخبریاں ہیں دنیا کی خوشخبری عام لوگوں کا اُنکی طرف جھکنا اور آخرت کی خوشخبری ملائکہ کا انہیں مبارکباد دینا ہے قرآن کریم فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا یعنی جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اللہ تعالیٰ اُنکی محبت سب کے دلوں میں ڈالدیگا جن بزرگوں کے ہمنے نام گنائے اُنہیں عام خلقت ولی مانتی ہے چونکہ دیوبندیوں میں کوئی ولی نہیں اس لیئے وہ اولیاء اللہ کو گالیاں دینے لگے جیسے قادیانیوں کے مسیح موعود مرزا میں کوئی کرامت یا معجزہ نہیں تو وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے معجزات کا انکار کرینگے بہر حال مسلمان فقیر کے اس قاعدے کو یاد رکھیں کہ وہ ہی راستہ اختیار کریں۔ جو اللہ کے پیارے بندوں کا ہے انشاء اللہ آجکل کی زہریلی ہواؤں سے اُن کا ایمان محفوظ رہیگا۔ گلدستہ کی گھاس پھولوں کے وسیلے سے بادشاہوں کے ہاتھ میں پہنچ جاتی ہے بادام کے چھلکے مغز کے ساتھ تلتے ہیں۔ مگر علیحدہ ہو کر پھینک دیئے جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کتابوں سے علم و حکمت ملتا ہے لیکن دین کسی کی نظر سے نصیب ہوتا ہے ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے ؎

علم و حکمت از کتب دیں از نظر — دیں مجو اندر کتب اے بے خبر
بوسہ زن بر آستان کاملے — کیمیا پیدا کن از مشتے گلے

دین صرف کتابوں میں نہ ڈھونڈو کتابوں سے علم ملتا ہے اور دین کامل کی نگاہ کرم سے اپنے جسم کو کیمیا بنالو اس طرح کہ کسی کامل کے آستانہ پر بوسہ دو وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ۔

احقر العباد احمد یار خاں مدرس مدرسہ خدام الرسول گجرات

اطیب البیان

ردِ تقویۃ الایمان

تقویۃ الایمان وہ کتاب ہے جس نے ہندوستان میں نجدیت کی بنیاد رکھی اسکے بہت سے رد اسی وقت لکھے گئے اور شائع ہوئے اس وقت تقویۃ الایمان چھاپ کر مفت شائع کی جا رہی ہے ضرورت تھی کہ اس کا کوئی مکمل رد شائع کیا جائے حضرت صدر الافاضل فخر الاماثل مولانا الحاج الحافظ الحکیم محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی قدس سرہ نے اس کا رد تحریر فرمایا تھا جس نے وہابیت کو مردہ کر دیا۔ کئی مرتبہ یہ کتاب شائع ہوئی۔ اب اس کتاب کو بہترین طباعت و کتابت کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

ضخامت ڈہائی سو صفحہ سے زائد ٹائٹل دیدہ زیب۔ باوجود ان خوبیوں کے قیمت ۔ ۸عہ یہ کتاب اور اہلِ سنت کی دیگر کتابیں کتبخانہ مخزن العلوم پاکستان۔ رابسن روڈ کراچی سے طلب کیجئے

مطبوعہ علمی پرنٹنگ پریس میکلوڈ روڈ۔ کراچی

ربیع الاول ۱۳۷۲ ہجری